Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وانتم اذلۃ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہفت روزہ

بدر

قادیان

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳ ۔ ۵۰ روپے
ممالک غیر
۷ ۔ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

ایڈیٹر:
محمد حفیظ بقاپوری

جلد ۹ | ۲۱ روفا ۱۳۳۹ھش ۲۶ محرم ۱۳۸۰ھ ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء | نمبر ۲۹

اخبار احمدیہ

ایبٹ آباد ۱۶ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ یہ ہے کہ
(بوقت ۸ بجے صبح) حضور کو رات نیند اچھی آگئی۔
طبیعت اِس وقت بہتر ہے۔ (الحمدللہ)

احباب جماعت خاص توجہ التزام اور درد والحاح سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور صحت والی اور کام والی لمبی زندگی عطا کرے آمین۔

ربوہ ۱۴ جولائی۔ دریائے چناب میں سیلاب آنے کی وجہ سے ربوہ کے بعض نواحی دیہات زیر آب آچکے ہیں مگر ربوہ کا اصل شہر سیلاب سے بفضلہ تعالیٰ بالکل محفوظ ہے۔

قادیان ۱۹ جولائی۔ ایک آدھ روز کے وقفہ کے سوا یہ سارا ہفتہ قادیان اور اس کے مضافات میں زور دار بارش ہوتی رہی جس سے تمام نشیبی علاقے مختلف جزیروں کا منظر پیش کرتے ہیں۔

قادیان ۱۹ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں الحمدللہ۔

جرمن نو مسلم احمدی مسٹر ولیم ناصر نکولسکی قادیان میں

قبول اسلام کے ایمان افروز دلچسپ حالات۔ جرمنی میں اسلام کا روشن مستقبل۔ بھارت کی سیاحت کے بعض دلچسپ تاثرات

قادیان ۱۴ جولائی۔ ہمارے جرمن نو مسلم احمدی بھائی مسٹر ولیم ناصر نکولسکی کی قادیان میں تشریف آوری کی خبر مختصر طور پر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے۔ آپ مورخہ ۱۱ جولائی کو ۴ بجے شام دارالامان پہنچے۔ اور ۱۲، ۱۳ جولائی پورے دو روز مقامات مقدسہ کی زیارت اور ان کی برکات سے متمتع ہونے اور ان میں رہ کر خصوصی دعائیں کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اور آج صبح کشمیر کی سیاحت کے لئے روانہ ہوگئے۔ برکات اللّٰہ معہ فی کل حین۔

ادھیڑ عمر مسٹر ولیم ناصر بڑے باہمت تبلیغ احمدیت کا خاص جذبہ رکھنے والے اسلام کے شیدائی ہیں۔ ہر جگہ ان کا دورہ اسلام و احمدیت کی پُر اثر تبلیغ ہے۔ ہر مخلص احمدی کی طرح آپ بھی انہیں خلوص و محبت کے دلی جذبات کے ساتھ جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان میں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر تشریف لائے۔ اور بقدرِ اخلاص اس مبارک بستی کی برکات سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپکی گفتگو آپ کی تقریر اس بات کی آئینہ دار ہے کہ آپ نے اسلام و احمدیت کو خوب جانچ پرکھ کر قبول کیا ہے۔ اسلئے اس کی محبت آپ کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ جس نعمت سے خود متمتع ہوئے اُس میں اپنے دیگر بنی نوع کو بھی شریک کریں۔ آپ ایک ماہر فوٹو گرافر ہیں اور اپنے اس پیشہ کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنایا ہوا ہے جو بجائے خود بڑا مؤثر طریق ہے۔ ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے اور سب لوگوں کے امن و سلامتی کے اس ابدی رسالہ پر گامزن ہو جانے کی دھن رکھتے ہیں۔ چنانچہ بھارت کے مختلف مشہور شہروں اور قصبات کی سیاحت کے دوران جس چیز نے آپ کی طبیعت پر زیادہ اثر کیا وہ جنوبی ہند کے ایک قصبہ کے چار مخلص احمدیوں کا تبلیغ ہدایت کے لئے غیر معمولی جذبہ تھا جس کا خصوصیت سے آپ نے آج شب قادیان کے جلسہ میں ذکر کیا۔ اسی جلسہ میں آپ نے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے روشن مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے ذاتی تجربہ کی بنا پر اس بات پر زور دیا کہ اس ملک میں مخلص باعمل مبلغین کی ضرورت ہے۔

گذشتہ رات کو برسات کے باعث مسجد مبارک میں نماز مغرب و عشاء جمع ہو جانے کے بعد جرمن احمدی بھائی کے اعزاز میں زیر صدارت محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم حکیم صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور رؤیا کا ذکر فرمایا جس میں حضور نے شہر لندن میں سفید پرندے پکڑے جس کی تعبیر حضور ہی نے یہ فرمائی کہ میرے ذریعہ سے خدا تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت بخشے گا۔

محترم حکیم صاحب نے فرمایا ہمارے آج کے معزز مہمان بھی اُنہیں سفید پرندوں میں سے ایک ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف یہ کہ قبول احمدیت کی توفیق دی بلکہ احمدیت کے ہر دو مراکز بھی دیکھ لئے پہلے ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت اور حضرت اقدس کی ملاقات و زیارت کا شرف حاصل کیا تو اب احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں بھی آنے کی سعادت حاصل کی۔ محترم حکیم صاحب نے حاضرین سے آپ کا تعارف کرانے کے جلد بعد آپ سے درخواست کی کہ قبول احمدیت اور اپنے ملک کے حالات اور بھارت میں اپنے سفر کے چیدہ تجربات سے حاضرین کو مستفید فرمائیں۔

اس پر سفید لباس میں ملبوس مسٹر ولیم ناصر نکولسکی اُٹھے اور مسجد مبارک کے محراب کے سامنے سٹینڈ کے پاس آکھڑے ہوئے۔ تشہد و تعوذ اور سورت فاتحہ کی تلاوت کے بعد انگریزی زبان میں حاضرین سے مخاطب ہوئے۔ آپ کے پہلو میں جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی اے ناظر بیت المال قادیان کھڑے تھے جو آپ کی انگریزی تقریر کا ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ اس طریق پر آپ نے پوری تفصیل سے حاضرین کو ضروری حالات و کوائف سے مستفید کیا۔

اپنے قبول اسلام کے حالات بیان کرنے کے سلسلہ میں اپنی تقریر کے آغاز میں آپ نے بتایا کہ وہ جرمنی کے ایک متوسط خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو عیسائیت کے مذہبی خیالات رکھتا ہے چنانچہ جب آپ چھوٹی عمر کے تھے تو اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ رومن کیتھولک گرجوں میں جاتے اور [illegible] وغیرہ میں یقین رکھنے اور مسیحی طریق کے مطابق عمل درآمد کرتے۔ اسی وقت میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی جس میں دونوں متحارب گروہ مسیحی مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کو قتل کرنے اور اس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے میدان میں آ گئے۔ [illegible] مذہبی خیالات کے دیگر مومن [illegible] کی طرح مسٹر ولیم ناصر کو بھی ذاتی طور پر اس متضاد عمل کا تجربہ ہوا۔ کہ ایک طرف تمام مسیحی لوگ اپنے گرجوں میں مسیحی گرجوں اور [illegible] اس بات کی تعلیم دیتے [illegible] آپس میں لڑنا نہیں جھگڑنا نہیں [illegible] بات یہ ہے کہ اس جنگ میں دونوں متحارب قومیں مسیحی مذہب سے ہی تعلق رکھنے کے باوجود میدان [illegible] کارزار [illegible] (باقی دیکھیں [illegible])

محترم شیخ محمد یعقوب صاحب درویش وفات پاگئے

اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ محترم شیخ محمد یعقوب صاحب درویش مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۰ء بعمر ۶۲ سال ڈھاکہ میں وفات پاگئے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا جنازہ مورخہ ۱۳ جولائی کو ڈھاکہ سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور اور پھر وہاں سے بذریعہ ٹرک ربوہ لایا گیا۔ اسی روز [illegible] بجے شب کے قریب امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں اہل ربوہ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے جنازہ کو کندھا بھی دیا۔ بعد ازاں مرحوم کی نعش کو مقبرہ بہشتی میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم اپنی علالت کی بنا پر قادیان سے ویزا پر بغرض علاج اپنے بیٹوں کے پاس ڈھاکہ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ علاج معالجہ کے باوجود آپ صحتیاب نہ ہو سکے (باقی دیکھئے [illegible])

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ساہا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۱۲ر جولائی سنہ۱۹۶۲ء

اَب کسی قیامت کا خطرہ نہیں؟

یکم رجولائی کو ایک خبر رساں ایجنسی نے اٹلی کے بعض سنتوں کے حوالہ سے اطلاع دی کہ ۱۴ر جولائی کو ٹھیک پونے دو بجے دن کے قیامت آ جائے گی۔ اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ اخبارات اسے لے اُڑے مختلف اخبارات نے اپنے اپنے رنگ میں اس پر تبصرے کئے جس کے جی میں جو آیا اُس نے دل کھول کر لکھا اس ضمن میں "تصور، قیامت" بھی موضوع بحث بن گیا۔ ہند و پاکستان کے مسلم اخبارات نے بھی قیام قیامت کے متعلق اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اسلامی تصور قیامت کا ذکر کیا۔ وقت کا یہ ایک دلچسپ موضوع تھا اسلئے معاصر پرتاپ نے بھی جناب ایک ایڈیٹوریل نوٹ اس سلسلہ میں لکھ ڈالے۔ اور لگے ہاتھوں اسلامی نظریہ قیامت کا مقابلہ آریہ مت کے تصور پرلے کے ساتھ بھی کر لیا اور بعض مسلم اخبارات کے حوالے نقل کر کے میٹھی زبان میں اسلامی نظریہ قیامت اور اُس کی مبینہ بعض تفصیلات پر تو خیر استہزاء سے کام لیا، اس تمسخر میں معاصر کی قلم سے اللہ تعالےٰ کی ذات بھی بچ نہ سکی، جسے نہایت بیباکی و بدستی سے قرآن کی طرف نسبت دے کر تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔

اصل غرض تو اطالوی منجمین کی بات کی تغلیط یا اس کے نتیجہ میں بعض طبائع پر چھا گئے خوف و ہراس کے اثرات کا ازالہ تھی۔ مگر ہوا یہ کہ مذہب پر یقین رکھتے ہوئے معاصر نے اپنے قارئین پر غیر شعوری طریق سے الحادی نظریات کی تقویت کا تاثر قائم کر دیا —

— مثلاً ۹ر جولائی کی اشاعت میں زیر عنوان "قیامت کا دن" "بیشہ اطالوی صوفیوں کی مبینہ پیشگوئی کا خلاصہ دینے کے بعد لکھا:-

"عیسائیت اور اسلام میں قیامت کا خیال پایا جاتا ہے ان کے نزدیک اس دن جو زندہ ہیں وہ تو مر جائیں گے اور مُردے جی اُٹھیں گے۔ اسلئے مسلم اور عیسائی ممالک میں قیامت کی خبر سے تشویش ہو رہی ہے..

....."

آگے چل کر لکھا:-

"ہم ہندوستانیوں کو قیامت کی خبر سے کوئی تشویش نہ ہونا چاہیئے — ایک تو اسلئے کہ اُجین اور جموں کے جیوتشیوں نے کہدیا ہے کہ اُنہوں نے سب باروں کو بغور دیکھا ہے اور اُنہیں کسی غیر معمولی واقعہ کے ہونے کا نشان نہیں ملا — دوسرے اسلئے کہ ہمارے شاستروں میں بھی پرلے کا ذکر آتا ہے لیکن وہ اس نظام شمسی کے

Dissolution

یا دناش کا نام ہے جس کے لئے لاکھوں برس چاہئیں ہماری پرلے تو سائنس کے اصول پر مبنی ہے اور لاکھوں برسوں تک اس دنیا کے ختم ہونے کا سوال ہی نہیں۔"

پھر قیام قیامت کے متعلق مسلم اخبارات سے بعض حوالے نقل کر کے کہ "قرآن نے قیامت کی تاریخ اور وقت مقرر نہیں کیا اور کہ جب قیامت آئے گی تو اس کی یہ یہ صورت ہو گی اطالوی صوفیوں کی یہ خبر کسی مسلمان کے لئے قابل توجہ نہیں ہو سکتی۔ پرتاپ نے لکھا:-

"گویا قیامت تو آئے گی لیکن ۱۴ر جولائی کو نہیں۔ ہمارا قیامت کا تصور اسلامی قیامت کے تصور سے قطعاً مختلف ہے۔ اس لئے آریوں کو تو نہ ۱۴ر جولائی کی چنتا ہونی چاہیئے نہ اس قیامت کی جو قرآن کی رو سے اللہ تعالےٰ کے آرڈر کا نیس سے ظہور میں آئے گی لیکن اگر قیامت واقعی آ جائے اور دنیا بھر میں کوئی شخص زندہ نہ رہے تو کسی کو چنتا بھی کیا کیا یہ نہیں کہا گیا ؎ —

مرگ انبوہ جشنے دارد"

اس کے بعد جب ۱۴ر جولائی کی تاریخ گذر گئی تو "قیامت کے آثار" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

"۱۴ر جولائی آئی لیکن قیامت نہ آئی آ بھی نہ سکتی تھی کیونکہ قیامت کی پیشگوئی مثل دماغ کا نتیجہ تھی۔ اٹلی کے جن صوفیوں نے پیشگوئی کی تھی اُنہوں نے بھی ایک ہفتہ بعد کہہ دیا تھا کہ قیامت نہیں آئے گی کیونکہ اُس کے آثار رمز دار نہیں ہوئے۔"

(پرتاپ ۱۶/۷)

آگے چل کر لکھا کہ:-

"میں بتا دوں کہ جو کتب مقدسہ قیامت کی قائل ہیں ان میں قیامت کی کیا علامتیں دی گئی ہیں۔ یہ علامتیں میں کراچی کے اخبار سے نقل کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد بعض ایسے حوالے نقل کئے جو احادیث میں آثار قیامت یا قرب قیامت کی علامات کے ماتحت بیان ہوئے ہیں (جن کے بارہ میں ہم کسی دوسرے وقت گفتگو کریں گے) البتہ جن الفاظ سے "قیامت کے آثار" والے اس نوٹ کو ختم کیا وہ خاص طور پر قابل توجہ ہیں جناب مہاشہ جی لکھتے ہیں:-

"اندازہ لگاؤ کہ ان دنوں دنیا میں کس قدر جہالت تھی جب کہ لوگ قیامت اور اس کے ان آثار کے قائل تھے نہ صرف ناخواندہ بلکہ بڑے بڑے عالم بھی۔ دنیا آج اس دور سے کہیں آگے نکل گئی ہے۔ اس لئے اب کسی قیامت کا خطرہ نہیں"۔

اس وقت ہمیں اُن لمبی چوڑی مذہبی بحثوں میں جانے کی ضرورت نہیں کہ اسلامی تصور قیامت درست ہے یا آریہ مت کا پیش کردہ پرلے کا تصور۔ اس قدر تفصیلات مستحضر کر لینے کے بعد جو اوپر بیان کی گئی ہیں کسی شخص کو اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں کہ ہر سہ مذاہب عیسائیت اسلام اور آریہ، تفصیلات میں اختلاف کے باوجود اصولی طور پر قیامت پر متفق ہیں — اور وہ بنیادی بات یا اصل روح جو تینوں مذاہب نے قیامت کا تصور دے کر بنی نوع انسان میں پیدا کرنی چاہی وہ تھی خدا کا خوف اور اپنے اعمال کے محاسبہ کا ڈر جس کے نتیجے میں انسان کے اعمال میں درستی اور اصلاح پیدا ہو اور اس کی بے باکی اور سرکشی کی سپرٹ کچل دی جائے۔

ہر چند کہ ۱۴ر جولائی کو قیامت کے متعلق اطالوی صوفیوں کی پیشگوئی مطلقاً قابل التفات نہ تھی مگر مذہب پر یقین رکھنے والوں اور اخلاقی اقدار کو دنیا کے لئے مفید اور نفع رساں ظاہر کرنے والوں کو یہ بات بھی تو زیب نہیں دیتی کہ اطالوی سنتوں کی تردید میں وہ اس قدر آگے نکل جائیں کہ غیر شعوری طور پر عامۃ الناس کو خود ہی اخلاقی قدروں سے دور لے جانے کا باعث بن کر ملحدوں کے ہاتھ مضبوط کر دیں اور دنیا کو مذہب کی اس بنیادی بات سے بے خوف کر دیں جس کی بے خوفی کے نتیجہ میں آج دنیا بہت بڑے بگاڑ سے دوچار ہے — !!

کون نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں طرح طرح کے گناہوں اور مختلف رنگ کی بد اعمالیوں کا ایک طوفان بد تمیزی برپا ہے جس کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ دلوں سے خوف خدا اور خوف عقاب جاتا رہا۔ اس لئے کہ انسان کے اعمال میں درستی اور راستروی ان ہی دو قسم کے خوف کی وجہ سے آتی ہے یعنی پہلے نمبر پر اُسے اس بات کا پورا یقین ہو کہ میرے اعمال و افعال کی نگرانی کرنے والا کوئی ہے دوسرے یہ کہ ان کے متعلق کسی روز مجھ سے محاسبہ ہو گا — جس طرح ایک طالب علم کمرۂ امتحان میں ایک طرف تو نگران کے خوف سے سوالات کے حل کرنے میں ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی جرأت نہیں کرتا تو دوسری طرف ہمیشہ اُسے اس بات کا اندیشہ دامنگیر رہتا ہے کہ میرے جواب درست نہ ہوئے تو میں فیل ہو جاؤں گا اور مجھے اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑے گی اور اگر میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہو گیا تو میرے لئے ترقیات کا دروازہ کھل جائیگا۔

آج بد اعمالی بے راہ روی کا بازار کیوں گرم ہے؟ اسلئے کہ دلوں سے خدا پر ایمان اُٹھ گیا الحاد و بے دینی کے دن رات چرچے نے اُس کی قیمتی متاع پر ڈاکہ ڈالا۔ دنیا اس کی اصلاح ملکی قوانین میں تلاش کرتی ہے جو خود مسموم ذہن کی پیداوار ہیں حالانکہ روزمرہ کا تجربہ اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ ادھر قانون بنتا ہے اور ادھر بچنے کے کئی راستے نکال لئے جاتے ہیں دور کیوں جائیں ہمارے اپنے ملک نے شراب پر جو پابندی لگائی کیا اس کے نتیجہ میں ام الخبائث کے استعمال میں کچھ کمی آئی یا پہلے کی نسبت اس کا استعمال کہیں زیادہ ہے؟

اسلامی نقطۂ نگاہ سے ساعت یا قیامت کے الفاظ مختلف معانی کیلئے بولے گئے ہیں اسلام کے نزدیک وہ بھی قیامت کا دن ہی کہلاتا ہے جبکہ دنیا کی صف بالکل لپیٹ دی جائیگی یا جسے کرشن آف پرتاپ کے الفاظ میں "اس نظام شمسی کے Dissolution اور وناش کا نام ہے۔ مگر اسلامی اصطلاح میں اس کو قیامت کبریٰ کے نام سے پکارا گیا ہے مگر ساتھ ہی محاورہ عرب و عام میں کسی قوم کی تباہی و بربادی پر بھی ساعت یا قیامت کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس قسم کی قیامت سے کسی کو انکار نہیں جس کا سلسلہ دنیا میں ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ کسی وقت کوئی قوم عروج پر ہے تو دوسرے وقت اُس کا سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے اور یہی اُس کی قیامت ہے حتیٰ کہ محاورہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مر گیا اُس کے لئے وہی قیامت کا وقت ہوا ہندی میں بھی اس سے ملتی جلتی ضرب المثل ہے کہ "آپ موئے جگ پرلو" اور انگریزی محاورہ بھی اسی طرح ہے کہ دیاتی تھنڈ پرپر

خطبہ جمعہ

الٰہی جماعتوں کیلئے مصائب اور ابتلاؤں کا آنا نہایت ضروری ہوتا ہے

ابتلا بیداری پیدا کرتے اور ترقی کا موجب بنتے ہیں

روحانی ترقی کا اصل مقام یہ ہے کہ انسان دنیا میں پڑنے کے باوجود دین کی روح کو قائم رکھے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۴ر جون سنہ ۱۹۴۹ء بمقام یارک ہاؤس کوئٹہ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علوم اور اس کی دی ہوئی چیزوں سے مجھے معلوم ہوتا ہے جماعت کے لئے اب

ایک ہی وقت میں دو قسم کے زمانے

آرہے ہیں اور الٰہی جماعتوں کے لئے ہمیشہ ہی یہ دونوں زمانے متوازی آیا کرتے ہیں۔ یعنی ایک ہی وقت میں ترقی اور ایک ہی وقت میں ابتلاؤں کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ وہ آخری زمانہ نہیں آجاتا جس میں تمام تکالیف ختم ہو جاتی ہیں اور صرف ترقیات ہی ترقیات باقی رہ جاتی ہیں لیکن الٰہی سنت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب بیرونی مصائب کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت اندرونی مصائب شروع ہو جاتے ہیں

صحابہؓ اس نکتہ کو خوب سمجھتے تھے

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے عرب پر مسلمانوں کو فتح دے دی تو اس کے بعد وہ خاموش ہو کر نہیں بیٹھ گئے بلکہ صحابہؓ نے اپنے لئے ایک اور مصیبت سہیڑ لی یعنی ایک ہی وقت میں انہوں نے قیصر اور کسریٰ دو زبردست بادشاہوں سے جو اس زمانہ میں سب سے زیادہ طاقت رکھتے تھے لڑائی شروع کر دی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ شاید دنیا کے لالچ یا دنیا کی بڑائی کی خواہش میں صحابہؓ نے ایسا کیا لیکن واقعات اس کی تردید کرتے ہیں۔ دنیا کی بڑائی اور دنیا میں ترقی کی خواہش کوئی نہ کوئی علامتیں اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ مثلاً جب دنیوی بڑائی کسی کو مل جاتی ہے تو اس سے وہ ذاتی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ناجائز دباؤ لوگوں پر ڈالتا ہے ناجائز رعب ڈالتا ہے ناجائز حکومت کرتا ہے ناجائز طور پر اموال پر قبضہ کر لیتا ہے ناجائز طور پر جائدادیں بناتا ہے یا اللہ جائدادوں کو اپنے دوستوں میں تقسیم کرتا ہے

یہ علامتیں ہوتی ہیں

جن سے پہچانا جاسکتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی لالچ یا دنیا کی بڑائی کی خواہش موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص دنیوی فتوحات کے بعد ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا نہ قوم کے اموال اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے۔ نہ لوگوں پر ناجائز حکومت کرتا ہے نہ ان پر دبدبہ اور رعب جتاتا ہے نہ اپنی شان دکھانے کی کوشش کرتا ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ دنیوی اغراض کے ماتحت اپنی بڑائی چاہتا تھا صحابہؓ کو

جو فتوحات

حاصل ہوئیں ان سے انہوں نے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں اٹھایا حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ نے مفتوحہ علاقوں میں سے کچھ نہ لیا۔ مفتوحہ جائدادوں میں سے کچھ نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے

اپنی قلیل ترین ضروریات

کو پورا کرنے کیلئے تھوڑا سا مال لے لیا۔ مگر وہ بھی اتنا قلیل کہ اس زمانہ کے عام لوگوں سے بھی کم تھا اس بات کو دیکھتے ہوئے ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں اور ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صحابہؓ کا کسی ملک پر حملہ کرنا ان لوگوں کی ذاتی خواہش کے ماتحت نہیں تھا۔

دوسری بات

جو عام طور پر پیش کی جاتی ہے اور ایک حد تک صحیح بھی ہے وہ یہ ہے کہ دشمن نے حملے میں پہل کی اور وہ اپنے ملک کے دفاع کے لئے لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے بلکہ بڑی حد تک درست ہے قیصر نے بھی حملہ میں ابتدار کی اور کسریٰ نے بھی حملہ میں ابتدار کی اور مسلمان ان کے مقابلہ کے لئے مجبور ہو گئے۔ مگر یہ دلیل انسبات کے ثابت کرنے کے لئے تو کافی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ظالم نہیں تھے یہ لوگ دشمن کو تباہ کرنے کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ دشمن نے حملہ کیا اور وہ اس کے دفاع کے لئے مجبور ہو گئے مگر یہ دلیل اس سوال کے جواب کے لئے کافی نہیں کہ انہوں نے بعد میں بھی لڑائی کیوں جاری رکھی۔ لڑائی لڑنے کا الزام تو اس سے دور ہو جاتا ہے مگر لڑائی جاری رکھنے کی ضرورت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے یہ تو کہا ہے کہ تم ظالم کا ہاتھ روکو مگر قرآن کریم نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم تدبیر کرو اور دشمن کو معاف کر دینا بہتر سمجھو تو اسے معاف کر دو۔ اس نے یہ تو نہیں کہا کہ تھپڑ مارنے والے

کے مونہہ پر

تم ضرور تھپڑ مارو بلکہ اس نے یہ کہا ہے کہ اگر تم تھپڑ مارو تو تم مجرم نہیں ہو گے اس نے یہ تو کہا ہے کہ تمہیں ظالم کے ظلم کا مقابلہ کرنے کی اجازت ہے مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ ضرور مقابلہ کرو یہ صرف ایک اجازت ہے

جس کے معنے یہ ہیں

کہ اگر تم مقابلہ کرو گے تو ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ تم مجرم ہو۔ بلکہ ہم یہ سمجھیں گے کہ تم نے ہماری اجازت سے ایک فائدہ اٹھا لیا۔ اسلام نے یہ کہیں بھی حکم نہیں دیا کہ ہر حالت میں دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور اس سے لڑائی جاری رکھی جائے۔ چنانچہ یزید جب بادشاہ ہوا تو حضرت امام حسینؓ اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن اور کئی صحابہؓ جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے انہوں نے یزید کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ بیعت کر کے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یزید کو ظالم نہیں سمجھتے تھے۔ وہ یقیناً اسے ظالم سمجھتے تھے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب معاویہؓ کی عمر بڑی ہو گئی۔ تو وہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں آئے۔ یزید ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا خاندان ایسا ہے جس کی سرداری کو عرب لوگوں نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ اور اسلام میں بھی ہمارے خاندان کو

اللہ تعالیٰ نے بڑا رتبہ دیا ہے

ہم نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں اور ہمیشہ اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ لیکن اب میں ایسی عمر کو پہنچ چکا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں شاید اب میں زیادہ دیر تک دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں آپ لوگوں کے سامنے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ ناپسند نہ کریں تو میرے بعد یزید خلیفہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنی ٹانگوں کے گرد پٹکا باندھے بیٹھا تھا جب اس نے یہ کہا تو میں نے اپنا پٹکا کھولا۔ اور ارادہ کیا کہ کھڑے ہو کر معاویہ سے کہوں کہ اس بادشاہت کا یزید سے زیادہ وہ مستحق ہے جس کا باپ اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش جنگ کر رہا تھا جبکہ تیرا باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کر رہا تھا۔ اور اس کا

زیادہ مستحق وہ شخص ہے

جو خود اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر دشمن سے لڑائی کر رہا تھا۔ جب تو دشمن کی صفوں میں شامل ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہا تھا۔ مگر پھر میں نے کہا اس دنیوی بادشاہت میں کیا رکھا ہے۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے اسلامی خلافت کا سلسلہ نہیں رہا تھا بلکہ دنیوی بادشاہت مسلمانوں میں آگئی تھی۔ یہ ایک دنیا سے رکھنے والی چیز ہے اس کے لئے میں مسلمانوں میں

تفرقہ اور انشقاق

کیوں پیدا کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ ارادہ بتاتا ہے کہ وہ یزید کی بادشاہت کو نادرست سمجھتے تھے اور اسے لوگوں پر ایک ظلم قرار دیتے تھے۔ لیکن ان کا مقابلہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ بعض مصلحتوں کے ماتحت ظلم کو برداشت کرنے کی بھی ہدایت دی ہے چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ اگر تمہیں کوئی شخص تھپڑ مارے تو تم بھی اسے تھپڑ مارو وہاں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم مقابلہ کرنا

مصلحت کے خلاف

سمجھو تو تم چپ رہو۔ اور تھپیڑ کا تھپیڑ سے جواب مت دو۔ لیکن وہ دلیل جو عام طور پر ان جنگوں کے متعلق پیش کی جاتی ہے اس سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر دشمن کے الزام کا دفاع تو ہو جاتا ہے یہ تو پتہ لگ جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ قیصر نے ظلم کیا حضرت عمرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ کسریٰ نے ظلم کیا۔ حضرت عثمانؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ افغانستان اور بخارا کی سرحد پر رہنے والے قبائل اور کردوں وغیرہ نے ظلم کیا۔ لیکن اس امر کی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا۔ جب وہ

مقابلہ کے لئے

نکلے تھے۔ تو وہ قیصر سے کہہ سکتے تھے کہ تمہاری سپاہ سے فلاں غلطی ہو گئی ہے اگر اس کے متعلق تمہاری حکومت ہم سے معافی طلب کرے تو ہم معاف کر دیں گے اور اگر معافی طلب نہ کرے تو ہم لڑائی کریں گے۔ انہوں نے قیصر کے سامنے یہ پیش نہیں کیا کہ تم نے یا تمہاری فوج کے ایک حصہ نے فلاں موقعہ پر ظلم ہوا ہے اور چونکہ

ہماری تعلیم یہ بھی ہے

کہ دشمن کو معاف کر دو۔ اس لئے اگر تم معافی مانگو تو ہم معاف کرنے کے لئے تیار رہیں۔ بلکہ جب انہوں نے ظلم کیا وہ فوراً اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور پھر اس مقابلہ کو جاری رکھا جب کسریٰ کے سپاہیوں نے عراقی سرحد پر حملہ کیا۔ تو سیاسی طور پر اس کے بعد صحابہؓ اور کسریٰ کے درمیان جنگ بالکل جائز ہو گئی۔ لیکن اخلاقی طور پر حضرت عمرؓ کسریٰ کو یہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ شاید تم نے اس حملے کا حکم نہ دیا ہو۔ اس لئے ہم اس حملہ کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ تم ہم سے معافی مانگو اور اس فعل پر

ندامت کا اظہار

کرو۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں دشمنوں کو یہ نہیں کہا کہ تم نے تو ظلم کیا ہے لیکن چونکہ ہمارا مذہب ظلم کی معافی کی بھی تعلیم دیتا ہے اس لئے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ بلکہ وہ فوراً اس ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لشکر بھیجے لڑائی کی اور پھر اس لڑائی کو جاری رکھا آخر اس کی کیا وجہ تھی۔ اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں تھی کہ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ جب بھی بیرونی خطرہ کم ہوگا

اندرونی فسادات

شروع ہو جائیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قیصر نے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا مسلمان اس مصیبت کے ذریعہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنے اندر نئی زندگی اور نیا تغیر پیدا کریں۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے۔ کہ کسریٰ نے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے۔ تا کہ مسلمان غافل سست ہو کر دنیا میں منہمک نہ ہو جائیں۔ بلکہ ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہیں۔ حضرت عثمانؓ جانتے تھے کہ بعض قبائل نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے۔ تا کہ مسلمان بیدار ہوں اور ان کے اندر ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہو۔

غرض

مصائب خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں

اور اس لئے آتے ہیں۔ تا کہ قومیں اپنی روحانیت کو قائم رکھ سکیں۔ اور آرام کے سامانوں کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ کلی طور پر دنیا کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ یہ مقام کہ انسان دنیا میں پڑنے کے باوجود دین کی روح کو قائم رکھے یہ ممکن ہے بلکہ اسے

روحانی ترقی کی منزل مقصود

قرار دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔

"دست در کار دل با یار"

ہاتھ کام کے اندر ہونا چاہیئے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبت موجزن ہونی چاہیئے۔ یہ مقصود ہے جو صوفیاء نے انسان کا قرار دیا ہے۔ اور اصل مقام روحانی ترقی کا یہی ہوتا ہے۔ مگر انفرادی طور پر تو اس مقام کو حاصل کرنے والے کئی لوگ پائے جاتے ہیں۔ لیکن قومی طور پر اس پر پہنچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ

حقیقت یہ ہے

کہ ہمیں آج تک کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں ملتی جو اس مقام پر پہنچی ہو افراد مل گئے اور لاکھوں کروڑوں ملیں گے بلکہ اس زمانہ میں بھی جب مسلمان بادشاہتیں ظلم کر رہی تھیں لوٹ مار کر رہی تھیں اور اپنے غلبہ اور کامیابی کے نشہ میں چور ہو کر اسی طرح لوگوں پر ظالمانہ حملے کر رہی تھیں جس طرح وحشی قبائل حملے کرتے ہیں مسلمانوں میں ایسے افراد موجود تھے جو دنیا میں رہتے ہوئے اور تمام دنیاوی کاموں میں حصہ لیتے ہوئے

اللہ تعالیٰ کی یاد

کرتے اور اپنی روحانیت کو زندہ رکھتے تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرح دنیا چھوڑ نہیں دی بلکہ دنیا میں ہی رہے وہ شادیاں بھی کرتے تھے وہ بچے بھی پیدا کرتے تھے۔ وہ جائیدادیں بھی بناتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ اللہ تعالیٰ سے بھی کامل تعلق رکھتے تھے۔ لیکن یہ مثالیں صرف افراد میں پائی جاتی ہیں۔ قوموں میں نہیں فرد ہمیشہ ایسے نظر آتے رہیں گے۔ جو بڑی دولتوں کے مالک ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

جب فوت ہوئے تو اڑھائی کروڑ روپیہ ان کے گھر سے نکلا۔ اس زمانہ کے لحاظ سے اڑھائی کروڑ کے معنے کم سے کم اڑھائی ارب روپیہ کے ہیں۔ اس زمانہ میں روپیہ کی قیمت بہت گر گئی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس زمانہ کے روپیہ کا صحیح اندازہ لگائیں تو اڑھائی کروڑ کے معنے دس ارب روپیہ کے ہیں۔ لیکن اگر کم سے کم سو گنا فرق رکھا جائے تو اڑھائی ارب روپیہ بنتا ہے۔ اس زمانہ میں ہی جنگ سے پہلے روپیہ کی جو قیمت تھی آج اس سے چار گنا کم ہے یعنی ایک روپیہ آج صرف چونی کا ہے۔ اور تیرہ سو سال کے زمانہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تو یہ فرق کم از کم سو گنا ہو جاتا ہے۔ پس اڑھائی کروڑ کے معنے آجکل کے لحاظ سے اڑھائی ارب کے ہیں۔ اور اس زمانہ میں بھی اڑھائی ارب روپیہ رکھنے والے ساری دنیا میں صرف دس پندرہ آدمی ہوں گے اور وہ بھی امریکہ۔ فرانس اور جرمنی میں۔ پس یہ استثنائی دولت ہے جو شاذ و نادر کے طور پر بعض لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر اتنی دولت رکھنے کے باوجود

تاریخ سے ثابت ہے

کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور وہ اپنا اکثر مال مسلمانوں کی ترقی کے لئے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گو خود نہیں کماتی تھیں۔ مگر صحابہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں اکثر ہدایا پیش کرتے رہتے تھے۔ لیکن ان کی زندگی بھی دنیا داروں والی زندگی نہیں تھی بلکہ وہ اپنا اکثر روپیہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے بھانجے نے جس نے ان کے مال کا وارث ہونا تھا ایک دفعہ یہ دیکھتے ہوئے کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ تو اپنا سارا مال لٹا دیتی ہیں یہ خبر جب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کو پہنچی تو آپ نے اپنے گھر میں اس کا آنا جانا بند کر دیا اور قسم کھائی کہ اگر میں نے اسے اپنے گھر میں آنے کی اجازت دی تو میں اس کا کفارہ ادا کروں گی کچھ عرصہ کے بعد صحابہؓ نے آپس میں صلح کرا دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے کو معاف کر دیا۔ مگر کہا کہ چونکہ میں نے عہد کیا تھا کہ اگر میں اس سے کلام کروں گی تو کفارہ ادا کروں گی۔ اس لئے میں اس کا کفارہ یہ قرار دیتی ہوں کہ آئندہ میرے پاس جو دولت بھی آئے گی۔ وہ میں غرباء میں تقسیم کر دیا کروں گی۔ اگر روپیہ کمانا یا روپیہ کا کسی شخص کے پاس موجود ہونا منع ہوتا تو کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہہ سکتی تھیں کہ میرے پاس جتنا بھی روپیہ آیا یا جتنی بھی دولت آئی وہ میں سب کی سب غرباء میں تقسیم کر دیا کروں گی۔ کیا تم نے کبھی ایسا کیا ہے کہ تمہیں کوئی دوست شراب تحفتہً دے تو تم اسے قبول کر لو۔ اور پھر اپنے کسی اور دوست یا غریب کو دے دو۔ یا کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ تم سؤر کا گوشت قبول کر لو۔ روپیہ قبول کرنے کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے لئے روپیہ لینا جائز ہے اور کسی دوسرے کو واپس کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے ایک جائز چیز لینے کے بعد اس کے خرچ کا ایک محل سوچ لیا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ کے ہدایا قبول کرنے کے

معنے ہی یہ تھے

کہ وہ اس کو جائز سمجھتی تھیں مگر پھر دوسروں کو دے دینے کے یہ معنے تھے کہ میں اپنے سے زیادہ فلاں فلاں افراد کو مستحق سمجھتی ہوں۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان ہدایا کو رد فرما دیتیں تو چونکہ عام لوگ اس معیار پر نہیں پہنچے ہوئے تھے جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہنچی ہوئی تھیں اس لئے وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتے کہ حضرت عائشہؓ نے ہماری قدر نہیں کی۔ ہم بڑی محبت سے ان کے لئے کپڑا لائے تھے یا پھل لائے تھے یا روپیہ

لاسئے تھے۔ اور انہوں نے قبول نہیں کیا شاید ہم سے کوئی قصور ہو گیا ہو۔ اور پھر وہ بار بار کہتے کہ ہمیں بھی بتایا جائے کہ ہم سے کیا خطا ہوئی ہے اور ہماری غلطی کو معاف کیا جائے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تب بھی بہرحال اُن لوگوں کو روپیہ نہ دیتے جن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دینا چاہتی تھیں اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال فرمایا کہ مجھے ان سے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے مجھے ان سے روپیہ لے لینا ہی ہوگا اور جو کچھ یہ نذرانہ پیش کرنے آئے ہیں وہ لے لیتی ہوں، بعد میں غرباء کو دے دوں گی۔ اس طرح دونوں باتیں ہو جائیں، صحابہؓ کا دل بھی خوش ہو جاتا اور غرباء کی امداد بھی ہو جاتی اسی قسم کا طریق بعض اور اولیاء نے بھی اپنی زندگی میں اختیار کر رکھا ہے۔ میں نے تو کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں پڑھا۔ لیکن

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے

کہ ایک بزرگ بڑے آسودہ حال تھے اور وہ اپنے مال سے غرباء کا حق ہمیشہ نکالتے رہتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ روزانہ بازار میں چلے جاتے اور لوگوں سے بھیک مانگنی شروع کر دیتے اور شام کو بھیک مانگ کر جو کچھ جمع کیا ہوتا وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے ایک دفعہ ان سے کسی دوست نے کہا کہ آپ نے یہ کیا ذلت کا طریق اختیار کیا ہوا ہے آپ اپنے روپیہ میں سے بے شک غریبوں کو دیتے لیکن بھیک مانگنا دوکانوں پر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور سارا دن سائل بن کر لوگوں کے پیچھے پیچھے پھرتے رہنا یہ بہت ہی معیوب بات ہے۔ انہوں نے کہا تم میرے فعل کی حکمت نہیں سمجھے۔ جو روپیہ خدا تعالیٰ مجھے دیتا ہے اور پھر میں آگے تقسیم کر دیتا ہوں۔ اس کا ثواب بے شک مجھے ملے گا اور اگر خدا تعالیٰ کا کوئی عذاب نازل ہونے والا ہوا تو میرا یہ فعل اس کے عذاب سے مجھے بچا لے گا لیکن چونکہ یہ لوگ جو میرے ارد گرد رہتے ہیں اپنے مالوں میں سے خدا تعالیٰ کا حق نہیں نکالتے۔ اس لئے اگر ان پر عذاب نازل ہوا تو ہمسایہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں اسلئے میں خود ان کے پاس چلا جاتا ہوں تب میرا الحاح کر کے کچھ دے دیتے ہیں اور میں آگے دے دیتا ہوں غرض ازاد بس تو

ایسی مثالیں ملتی ہیں

کہ بڑے بڑے مالدار ہونے کے باوجود وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بھولے بلکہ اس کی محبت میں ترقی کرتے چلے گئے اور اخلاص اور روحانیت میں بڑھتے گئے۔ لیکن قوموں میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں۔ قوم جب تک مصیبت میں گھری رہتی ہے۔ وہ روحانی منازل بڑی سرعت سے طے کرتی رہتی ہے۔ لیکن جب مصائب سے نکل جاتی ہے تو اس کا قدم رُک جاتا ہے۔ اور وہ تنزل میں گرنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں افراد میں چونکہ کامل اور غیر کامل دونوں وجود ہوتے ہیں کامل وجود ان حالات میں بھی اپنے مقام پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن غیر کامل گر جاتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ اگر میں نے جنگیں نہ کیں تو مسلمانوں کے اخلاق گر جائیں گے۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ اگر میں نے جنگیں نہ کیں تو مسلمانوں کے اخلاق گر جائیں گے

حضرت عثمانؓ جانتے تھے

کہ اگر میں نے جنگیں نہ کیں تو مسلمانوں کے اخلاق گر جائیں گے اس لئے اُنہوں نے لڑائیوں کو جاری رکھا اور

مصائب کا سلسلہ

قومی طور پر مسلمانوں پر جاری رہا۔ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو دیکھ کر قیصر نے پھر دوبارہ حملہ کرنا چاہا مگر چونکہ اس وقت سستی اور تنزل کا زمانہ شروع ہو چکا تھا مسلمانوں نے اس کا مقابلہ نہیں کیا اگر اس وقت حضرت معاویہؓ قیصر کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے جب کہ انہوں نے دھمکی بھی دی تھی کہ اگر تم نے حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابلہ میں نکلے گا وہ میں ہوں گا یا اگر قیصر اس دھمکی کے باوجود حملہ کر دیتا اور حضرت معاویہؓ جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوتے تو حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی باہمی جنگیں بالکل ختم ہو جاتیں لیکن کہا ویسؓ بھا وبیئم کہ نہیں تھا دماغ بھتا۔ انہوں نے صرف پیغام دینا کافی سمجھی۔ حالانکہ جب دشمن نے حملے کا ارادہ کر لیا تھا تو یہ لڑائی کے لئے کافی وجہ تھی۔ اگر معاویہؓ بھی قیصر کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور حضرت علیؓ بھی اس کے مقابلہ کے لئے اپنا لشکر بھجوا دیتے تو پھر دوبارہ تمام مسلمانوں میں جوش پیدا ہو جاتا۔ ان کے اندر

ایک نئی بیداری

پیدا ہو جاتی اور وہ منافقت جو آرام کے زمانہ کی وجہ سے اُن میں پیدا ہو چکی تھی بالکل جاتی رہتی تو مصائب کا زمانہ روحانی ترقی کے لئے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر کسی وقت باہر سے مصائب نہ آئیں تو مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے لئے اندرونی طور پر مصائب تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے مگر جب بندہ خود اپنے آپ کو امتحانات میں ڈالے رکھے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امتحان میں اسے نہیں ڈالتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا یا گرمیوں میں روزے رکھنا یہ بھی ایک ابتلاء ہے اور انسان ان کاموں میں حصہ لینے سے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب کوئی انسان خوشی سے اپنے اوپر مختلف ابتلاء وارد کرے۔ گرمیوں میں روزے رکھنے پڑیں۔ تو وہ روزے رکھنے کے لئے تیار ہو جائے۔ سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا پڑے۔ تو وضو کرنے کے لئے تیار ہو جائے

حج کرنے کا موقع

نکل آئے تو گھر بار اور وطن چھوڑ کر حج کے لئے چلا جائے زکوٰۃ دینے کا وقت آئے تو اپنے مال کا مقررہ حصہ فوراً غرباء کے لئے نکال دے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اس کا امتحان تو لینا تھا مگر اب یہ امتحان لے کر کیا کروں یہ تو اپنے آپ کو خود ہی امتحان میں ڈالے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ ان باتوں میں سستی کرتا ہے اور اپنے آپ کو ابتلاؤں میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے مختلف امتحانات میں ڈالا جاتا ہے اس وقت اگر تو اس کے اندر صرف عملی سستی پائی جاتی ہو تو خدائی امتحان کے بعد اس میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ابتلاؤں سے بچنا اندرونی بگاڑ کی وجہ سے ہو اور ایمان کی خرابی اس کا باعث ہو تو ابتلاء آنے پر وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ غرض قوموں کے لئے خصوصاً انبیاء کی جماعتوں کے لئے ابتلاؤں کا آنا نہایت ضروری ہوتا ہے

یہ غلط خیال ہے

کہ ابتلاء صرف ابتدائی زمانہ میں آتے ہیں ترقی کے زمانہ میں ابتلاؤں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی جماعتوں کی ترقی اور ابتلاء یہ دو توأم بھائی ہیں، جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ابتدائی سے ابتدائی زمانہ میں بھی ابتلاء آتے ہیں اور ترقی کے انتہائی زمانہ میں بھی ابتلاء آتے ہیں۔ ابتداء سے انتہاء تک ابتلاؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے جب نبی ایک منفرد وجود ہوتا ہے۔ اور اس پر صرف ایک یا دو آدمی ایمان لانے والے ہوتے ہیں اس وقت بھی ابتلاء آتے ہیں، اور انتہائی عروج کے وقت جب سلسلہ کو ترقی پر ترقی حاصل ہو رہی ہوتی ہے۔ اس وقت بھی ابتلاء آتے ہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے دن بھی مصائب اور مشکلات میں گذرنا پڑا۔ اور آپؐ کو اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو مختلف قسم کے ابتلاء پیش آئے اور اس کے بعد جب ترقیات کا زمانہ آیا اس وقت بھی ان

ابتلاؤں کا سلسلہ جاری رہا

یہ نہیں ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کسی دن اس خیال کے ساتھ سوئے ہوں کہ اب تمام مشکلات پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اور وہ تمام مسائل جو مسلمانوں کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے حل ہو چکے ہیں۔ نہ حضرت ابوبکرؓ نے کبھی ایسا خیال کیا۔ نہ حضرت عمرؓ نے کبھی ایسا خیال کیا نہ حضرت عثمانؓ نے کبھی ایسا خیال کیا اور نہ ہماری جماعت کو کبھی ایسا خیال کرنا چاہیئے۔ یہ چیزیں الٰہی سلسلوں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں اور ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کے ابتلاؤں کو برداشت کریں اور اگر ابتلاء نہ آئیں تو خود ان کو تلاش کریں اور اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کریں۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ نے قیصر پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ صلح کا راستہ بھی ان کے لئے کھلا تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے کیا کہ باوجود اس کے کہ کسریٰ کے ساتھ وہ صلح کر سکتے تھے اُنہوں نے صلح نہیں کی بلکہ کسریٰ کے ساتھ لڑائی کی۔ اور پھر یہ لڑائی جاری رکھی۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر ابتلاء وارد نہ ہوں تو ہمیں خود اپنے لئے ابتلاء تلاش کرنے چاہیئں تاکہ جماعت کے اندر بیداری پیدا ہو۔ اور وہ اپنے آپ کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش کرے۔ ابھی تو ہماری وہی مثال ہے کہ کہتے آدھی دستے پیر تندی۔ ہمارا دنیا میں آنا اور کسی قدر تغیر پیدا کرنا بے شک ہماری نگاہ میں ایک بڑی چیز ہے۔ لیکن دنیا کے لئے یہ کوئی بڑی چیز نہیں عربی ہیں۔

ایک مثل مشہور ہے

کسی بیل کے سر پر ایک مچھر جا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگا بھائی بیل۔ تم بھی حیوان ہو اور میں بھی حیوان ہوں مجھے بھی لوگ مارتے ہیں اور تم کو بھی مارتے ہیں۔ اس لحاظ سے تمہیں میری ہمدردی کرنی چاہیئے۔ اور مجھے تمہاری ہمدردی کرنی چاہیئے۔ میں اس وقت اُڑتے اُڑتے تھک کر تمہارے سر پر تھوڑی دیر کے لئے آ کر بیٹھ گیا ہوں اگر تمہیں میرے بیٹھنے

سے بوجھ معلوم ہوتا ہو تو بیشک بتا دو تاکہ میں اُتر جاؤں۔ اور تمہیں تکلیف نہ ہو۔ بیل نے جواب دیا کہ بھائی مچھر مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں لگا کہ تم کب میرے سر پر آکر بیٹھے ہو۔ مجھے تمہارا بوجھ کیا محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے ہم بھی اپنی تنظیم اور اپنی قربانیوں اور اپنے منصوبوں کے کام کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے دنیا میں بہت بڑا کام کر لیا ہے۔ لیکن دنیا اس کو کوئی کام نہیں سمجھتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس خیال کے پیدا ہونے میں ہمارے کام کا اتنا دخل نہیں ہوتا جتنا اللہ تعالیٰ کے الہامات اور اس کی پیشگوئیوں کا دخل ہوتا ہے۔ ہم جب ایک طرف اللہ تعالیٰ کے الہامات کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف جماعت کی تنظیم اور اس کی قربانیوں اور اپنے مبلغین کے کام پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں عظیم الشان کام کر لیا ہے۔ حالانکہ وہ عظیم الشان مقام جس کے حصول کے بعد دنیا کسی جماعت کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتی ابھی ہمیں حاصل نہیں ہوا۔ اور ابھی وہ زمانہ ہم پر نہیں آیا جس میں

ہماری جماعت کی عظمت

اور اس کے وجود کو برملا تسلیم کیا جائے۔ اور اس زمانہ کے لانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر ایسی طاقت اور قوت پیدا کریں کہ نہ صرف ہم ہر قسم کے ابتلاؤں کو برداشت کریں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء نہ آئیں۔ ابتلاؤں کی برداشت ہر شخص کر سکتا ہے اس کے لئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ابتلاؤں کا مانگنا اصل چیز ہوتی ہے مگر مانگنے سے مراد جا بجا مانگنا نہیں ایک مانگنا مصلحت کے مطابق ہوتا ہے اور ایک مانگنا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے کسی سے پوچھا کہ توکل کے کیا معنے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ

توکل کے معنے یہ ہیں

کہ جب خدا تعالیٰ دے تو انسان کھا لے اور جب نہ دے تو صبر کرے وہ نادان صوفی تھا اور توکل کے صحیح معنے نہیں جانتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ توکل تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے۔ کتے کو بھی مل جاتا ہے کھا لیتا ہے۔ اور اگر نہیں ملتا تو صبر کرتا ہے۔ انسان کا مقام تو کتے ہی جانور سے بڑا ہے۔ پھر ان معنوں کے لحاظ سے اس میں اور کتے میں کیا فرق ہوا۔ انسان تو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ روحانیت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں ترقی کرے پھر اس کے لئے

توکل کے وہ معنے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جن میں ایک کتا بھی شریک ہے وہ حیران رہ گیا۔ اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکا اسی طرح میں کہتا ہوں ابتلاؤں کے آنے پر ان کو برداشت کرنا کوئی اعلیٰ مقام نہیں۔ بلکہ اس میں کافر اور بے دین لوگ بھی شریک ہیں ایک کافر کا بچہ بھی مر جاتا ہے تو بسا اوقات بڑے حوصلہ سے وہ اس صدمہ کو برداشت کرتا ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں

ہی ایک بڑی بوڑھی عورت جو اسی سالہ بڑھیا تھی۔ اور جس کے سات بچے تھے۔ اس نے اپنے ساتوں بچے میدان جنگ میں بھیج دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مشیت کے ماتحت یکے بعد دیگرے اس کے بچے مارے گئے یہاں تک کہ اس کا صرف ایک بچہ رہ گیا آخر فرانس کے ایک شدید حملہ میں اس کا ساتواں بچہ بھی مارا گیا۔ قیصر یوں تو بہت ظالم تھا۔ مگر نفسیات کا بہت بڑا ماہر تھا اور وہ اپنی قوم سے حقیقی محبت رکھتا تھا جس طرح ہٹلر اپنی قوم سے حقیقی محبت رکھتا تھا۔ یہ دونوں لیڈر ظالم ہو سکتے مگر اپنی قوم کے سچے عاشق بھی تھے۔ چونکہ

یہ رپورٹ نہایت اہم تھی

کہ ایک عورت نے سات بچے دیئے اور ساتوں کے ساتوں جنگ میں مارے گئے۔ اس لئے جب یہ خبر پہنچی کہ اس عورت کا ساتواں بیٹا بھی مارا گیا ہے۔ تو جرنیل نے اس خبر کو وزیر جنگ کے پاس بھیجا اور وزیر جنگ نے اسے

قیصر کی اہمیت

کو سمجھتے ہوئے آگے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ بادشاہ نے قلم لکھا کہ جس طرح عام طور پر سرشتہ دار دل گھوڑنے والوں کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اس طرح اس عورت کو اطلاع نہ بھجوائی جائے۔ بلکہ خود وزیر جنگ اس عورت کو اپنے ساتھ بلائے۔ اور میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہے کہ قیصر اور جرمن قوم دونوں اس ماں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جس نے اپنے ساتوں بچے ملک کے لئے قربان کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اس بڑھیا کو شاہی پیغام پہنچا اور وزیر جنگ کے پاس آئی۔ وزیر جنگ نے اس کا استقبال کیا اور کہا کہ

قیصر کی طرف سے حکم

ملا ہے کہ میں قیصر کی طرف سے اور جرمن قوم کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کروں

کیونکہ آپ نے ساتوں بچے ملک کے لئے پیش کر دیئے تھے۔ جن میں سے چھ تو پہلے مر چکے ہیں اور اب کل ہی ہمارے ذریعے ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کا ساتواں بیٹا بھی جنگ میں مارا گیا ہے۔

ایک انگریزی جاسوس

جو اس موقعہ پر موجود تھا جس نے خود اس کے مضمون میں یہ واقعہ پڑھا وہ کہتا ہے کہ یہ عجیب خبر سن کر اخبارات کے نمائندے وہاں جمع ہو گئے تھے۔ جن میں میں بھی شامل تھا۔ لڑائی کے ایام میں جاسوسی کرنے والے کسی دوسری قوم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح خفیہ طور پر حالات معلوم کرتے رہتے ہیں وہ اس وقت ڈچ یا کسی اور قوم کے

نمائندہ کے طور پر

اندر آیا۔ حالانکہ انگریزی جاسوس تھا وہ لکھتا ہے کہ بڑھیا اس خبر کو سن کر باہر نکلی تو

یوں معلوم ہوتا تھا

کہ اس خبر نے اس کی کمر کو بالکل توڑ دیا ہے لیکن وہ جذبۂ حب الوطنی ظاہر کرنے کے لئے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر اور زور سے دبا کر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرتی تاکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ اس غم نے اس کی کمر کو خمیدہ کر دیا ہے اور پھر زور سے قہقہہ لگا کر کہتی کیا ہوا اگر میرے ساتوں بیٹے مارے گئے ہیں۔ آخر وہ اپنے ملک کی خاطر قربان ہوئے ہیں۔

یہ ایک عیسائی عورت تھی

ایک ظالم قوم کی فرد تھی۔ اُس کے ساتوں بیٹے مارے گئے تھے۔ اور پھر وہ اسی سال کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے صبر کیا۔ پس مصائب اور آفات پر صبر کرنا مگر کوئی ایسی چیز نہیں جو مسلمان کا خاصہ ہو بلکہ صبر سے اوپر ایک اور مقام ہے جو مومن کو حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ صرف صبر ہی نہیں کرتا بلکہ مصائب طلب کرتا ہے۔ دنیا کوشش کرتی ہے کہ ابتلاؤں سے بچا رہے مگر وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو ابتلاؤں میں ڈالے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

دَرْ کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لاف تعشّق زند منم

اگر تیرے کوچہ میں جانے والوں کے متعلق یہ حکم ہو جائے کہ ہر شخص جو عاشقی کا دعویٰ کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا تو جس شخص کا دل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور کوئی

شخص دعوے کرے یا نہ کرے عاشق عاشق ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ اعلان ہو جائے کہ جو بھی

عشق کا دعوےٰ

کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا تو سب سے پہلا جو عشق کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ میں عاشق ہوں وہ میں ہوں گا حقیقت یہ ہے کہ عاشق اور مسلمان دو مختلف چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر عاشق سے میری مراد مجازی پرست عاشق نہیں بلکہ ایک سچا اور کامل مسلمان مراد ہے۔ پس عاشق حقیقی مسلمان عاشق اور مسلمان مصائب کو صرف برداشت ہی نہیں کرتا بلکہ مصائب طلب کرتا ہے مصائب سے بھاگنا منافق کا کام ہے۔ مصائب کو برداشت کرنا صرف مسلمان کا خاصہ نہیں بلکہ ایک کافر بھی اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمان وہ ہے جو نہ صرف مصائب کو برداشت کرتا ہے بلکہ

مصائب طلب کرتا رہتا ہے

اگر کچھ دن اُس پر مصیبتیں نہیں آتیں تو وہ سمجھتا ہے کہ شاید میرا رب مجھ سے خفا ہو گیا ہے کہ اب وہ میرے ایمان کو دنیا پر ظاہر کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کر رہا۔ پس جماعت کو اپنے اندر یہ بات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے کہ قربانیاں اور ابتلاء ہی ایک ایسی چیز ہیں جن سے اسلام کی ترقی وابستہ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اسلام کی ترقی کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ پس

ہمارا فرض ہے

کہ ہم اپنی جماعت کے ہر فرد کے اندر جذبۂ قربانی و ایثار پیدا کریں۔ ہم اپنی جماعت کے ہر فرد کے اندر مصائب برداشت کرنے کا مادہ پیدا کریں۔ ہم اپنی جماعت کے ہر فرد کے اندر طلب قربانی اور طلب ابتلاء کا جذبہ پیدا کریں۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ اسلام اور احمدیت نے ترقی کرنی ہے۔ اگر ضرورت کے مطابق ہمارے اندر قربانی کی روح نہیں ہو گی تو گو ہو گا وہی جو خدا نے کہا ہے مگر جو شخص اس قربانی میں حصہ نہیں لے گا۔ وہ اور اس کا خاندان ان نعمتوں سے

محروم رہ جائے گا جو اس دور کے ساتھ مخصوص ہیں۔

از الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۶۳ء

مقبرہ بہشتی کا حقیقی مقام

دینداری اور قربانی کی شرط پوری کرنے والے خدا کے فضل سے یقیناً جنتی ہیں

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

لاہور سے اطلاع ملی ہے کہ ایک صاحب نے جو مخلص اور دیندار ہونے کے باوجود جلد بازی میں ذاتی ریمارک پاس کرنے کے عادی ہیں ایک ایسے شخص کے متعلق جو فوت ہو کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہو چکا ہے دوران گفتگو میں اس قسم کے ریمارک کئے کہ اس میں یہ یہ عیب تھا۔ اور جب حاضر الوقت اصحاب میں سے ایک شخص نے انہیں ٹوکا کہ ایسے فوت شدہ شخص کے خلاف اس قسم کے ریمارک کرنا جو فوت ہو کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہو چکا ہے بہت نامناسب اور خلاف تعلیم اسلام اور خلاف تعلیم احمدیت ہے تو کہا جاتا ہے (واللہ اعلم) کہ ان صاحب نے حسب عادت جلدی سے فرمایا کہ اگر وہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہو چکا ہے تو کیا ہوا وہ کبھی بھی اپنے فلاں فلاں عیب کی وجہ سے بخشا نہیں جائے گا! وغیرہ وغیرہ

اگر یہ رپورٹ درست ہے (اور میں یہ بات اگر کے الفاظ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں) تو نہ صرف اخلاقاً اور شرعاً بہت قابل اعتراض ہے بلکہ نظام وصیت کی بشارات ربانیہ کے بھی قطعی طور پر خلاف اور سخت قابل ملامت ہے۔ کیونکہ اول تو حدیث میں ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے کہ:-

اذکروا موتاکم بالخیر

یعنی اے مومنو تم اپنے فوت ہونے والے بھائیوں اور بہنوں کا ذکر ہمیشہ خیر کے رنگ میں کیا کرو اور اگر بالفرض ان میں کوئی کمزوری بھی تھی تو اسے حوالہ خدا کرتے ہوئے اس کے ذکر سے اجتناب کرو۔

پس ان صاحب کی پہلی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ایک فوت شدہ احمدی کے ذکر خیر کو ترک کر کے ذکر شر کا رستہ اختیار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس صریح ارشاد کے خلاف قدم اٹھایا کہ اپنے مرنے والوں کو ذکر خیر سے یاد کیا کرو۔

علاوہ ازیں کسی شخص کی نیکی یا کمزوری کا حقیقی علم صرف خدا کو ہے جو علام الغیوب ہے۔ اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ کسی انسان کی نیکیوں اور کمزوریوں میں سے کس کو غلبہ حاصل ہے۔ انسان کی نظر اس معاملہ میں دھوکا کھا سکتی ہے۔ لیکن خدا کبھی دھوکا نہیں کھاتا کیونکہ وہ دلوں کے پوشیدہ خیالات اور مخفی نیکیوں اور مخفی بدیوں تک کو جانتا ہے۔ پس عقلاً بھی ایسے معاملات میں امن اور سلامتی کا طریق یہی ہے کہ انسان اپنے مرنے والے بھائی یا بہن کے متعلق حسن ظنی سے کام لے اور اپنی زبان کو بدگوئی سے بچائے رکھے کیونکہ بدگمانی اور بدگوئی ہر حال میں بہت بڑی ہلاکت وہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:-

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقاب خدائے جہان سے
شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
شاید تمہارے فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمائش رب غفور ہو
بد دل میں اپنے بھید خدا کے ہیں بے شمار
تم کو تو علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار
پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت رب العباد سے
وہ عفو ہے جو لوگ ہر کر بخشے گا
سید جا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا
وہ آگ تاباں ہے عفو نہاں ہے ستر
یہ ہے حدیث سیدنا سید الوریٰ

مگر اس معاملہ میں سب سے بڑی بات جو اعتراض کرنے والے صاحب کے قول کو سخت بھیانک صورت دے دیتی ہے وہ نظام وصیت کی خلاف ورزی سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ سب دوستوں کو علم ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وصیت کا نظام خدا تعالیٰ کے خاص ارشاد اور خاص بشارات کے ماتحت قائم کیا تھا اور اس کے لئے دینداری اور نیکی اور مالی قربانی کی شرط لگائی تھی اور خدا نے بتایا تھا کہ جو لوگ ان شرائط کو پورا کر کے جماعتی نظام کے ماتحت مقبرہ بہشتی میں داخل ہوں گے وہ خدا کے فضل سے یقیناً جنت میں جائیں گے اور اگر ان میں کوئی کمزوری بھی ہوگی (کیونکہ کوئی نہ کوئی کمزوری کم و بیش اکثر انسانوں میں ہوتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکی اور قربانی اور اپنی ذرہ نوازی کی وجہ سے ان سے عفو اور بخشش کا سلوک فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل و کرم سے جنت میں جگہ دے گا۔ اسی لئے اس مقبرہ کا نام خدائی بشارت کے ماتحت **بہشتی مقبرہ** رکھا گیا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ **الوصیت** میں صراحت اور وضاحت سے فرماتے ہیں کہ:-

"ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں ...... اس قبرستان کے لئے خدا کی طرف سے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو (علیٰ قدر مراتب) اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔"
(رسالہ الوصیت)

اس زبردست خدائی بشارت کے ہوتے ہوئے جو شخص مقبرہ بہشتی کے کسی مدفون مرد یا مدفون عورت کے خلاف طعن اور اعتراض کی زبان کھولتا ہے وہ یقیناً ایک خطرناک گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ خدائی نظام وصیت پر بھی ایک ایسی ضرب لگاتا ہے جس کے نتیجہ میں نہ صرف خدا تعالیٰ کی غیر معمولی بشارت پر زد پڑتی ہے بلکہ نظام وصیت کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں بددلی کا رستہ کھلتا ہے اور اس کی کشش کو سخت دھکا لگتا ہے۔ پس ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیئے ورنہ وہ یقیناً خدا کے دربار میں خطاکار شمار ہوگا۔

بے شک جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کوئی نہ کوئی کمزوری اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے اور خدا کے خاص الخاص بندوں یعنی نبیوں وغیرہ کے سوا کوئی شخص بھی کمزوریوں سے کلیۃً پاک نہیں ہو سکتا بلکہ بالکل ممکن ہے کہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے والوں میں سے بھی بعض لوگوں میں کم و بیش کمزوریاں پائی جاتی ہوں مگر جب خدا نے جو غفور و ودود ہے اپنے وعدہ کے مطابق انہیں اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانک لیا اور ان کی کمزوریوں سے درگزر فرمایا اور ان کا انجام اچھا ہو گیا تو اس خوش قسمت جماعت کے خلاف زبان کھولنا اور انہیں ان کے مرنے اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کے بعد نشانہ طعن بنانا ایسی جسارت ہے جو کبھی توبہ کے بغیر معاف نہیں ہو سکتی۔ پس میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور فوت ہونے والوں اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے والوں پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت کو خطرہ میں نہ ڈالو اور دوسروں کے عیب گننے کی بجائے خود اپنے انجام کی فکر کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس سچا نہ شعر کو کبھی نہ بھولو کہ:-

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں بے شمار
تم کو نہ ہے حقیقت نہ نسبت کا کچھ پتہ

خود میرا یہ حال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان متواتر دعاؤں کے باوجود جو حضور نے ہماری اولاد کے متعلق فرمائی ہیں اور پھر ان خدائی بشارتوں کے باوجود جو حضور کو ہماری اولاد کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی رہی ہیں اور پھر اس بات کے باوجود کہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل و عیال کو وصیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے میں ہمیشہ اپنے انجام کے متعلق خائف رہتا اور خدا سے بخشش کی دعا مانگتا رہتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ پیارا قول میری آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا کہ حقیقۃً نجات خدا کے فضل سے ہے نہ کہ انسان کے اپنے عمل سے۔

میرا اصل مضمون تو یہاں ختم ہو گیا مگر ایک ضمنی سوال کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی خاص جگہ میں دفن ہونا انسان کی نجات کا موجب ہو جبکہ اصل نجات خدا کے فضل پر موقوف ہے اور انسان کی نیکی اور دینداری اس کے فضل کی جاذب ہوتی ہے۔ سو اس کے متعلق اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ مقبرہ بہشتی کی مٹی کسی شخص کو بہشتی بنا دیتی ہے بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بار بار تصریح فرما چکے ہیں

ہے چونکہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کے لئے **نیکی اور دینداری اور قربانی** کی شرط مقرر کی گئی ہے۔ اس لئے مقبرہ بہشتی کے تعلق میں خدا تعالیٰ نے ایسا تصرف فرمایا ہے کہ وہی شخص اس مقبرہ میں دفن ہوتا ہے جو خدا کے علم میں جنتی ہوتا ہے۔ پس مقبرہ بہشتی کی مٹی کسی کو جنتی نہیں بناتی بلکہ اس کے برعکس وہی شخص اس مقبرہ میں دفن ہونے میں کامیاب ہوتا ہے جو خدا کے علم میں اپنی دینداری اور نیکی کی وجہ سے جنتی ہوتا ہے اور اس کی نیکیوں کا پلہ کمزوریوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ایک شخص بظاہر موصی ہونے کے باوجود اپنی کسی مخفی بے دینی کی وجہ سے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے سے محروم ہو گیا۔ دوسری طرف ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ جو شخص مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو وہ نعوذ باللہ جنتی نہیں۔ کیونکہ مقبرہ بہشتی کے علاوہ بھی خدائی رحمت کا دروازہ کھلا ہے بلکہ ہمارا عقیدہ صرف یہ ہے کہ اس مقبرہ میں دفن ہونے والا خدا کے فضل سے جنتی ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کمزوری ہے تو خدا تعالیٰ اپنی ذرہ نوازی سے اس سے **عفو اور بخشش** کا سلوک فرماتا ہے۔ پس جو شخص اس زمانہ میں اپنے لئے خدائی بخشش کو یقینی بنانا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ دینداری اور قربانی کی شرط پوری کرتے ہوئے وصیت کے نظام میں داخل ہو جائے کیونکہ مادیت کے اس طوفانی زمانہ میں یہی امن اور سلامتی کا یقینی حصار ہے۔ فانھم و تدبروا ولا تکن من الممترین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

خاکسار راقم آثم مرزا بشیر احمد ربوہ
۸ر جولائی ۱۹۶۰ء

٭ اس جماعت کے مبلغین یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جن کی تعداد ان کی ثابت قدمی اور جوش و مساعی سے وہاں کے اصل باشندے بھی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں اور انہیں میں سے ایک آج ہمیں یہاں اسلام کے پھیلاؤ کے صحیح مناظر دکھا رہے اور اپنی سچی باتیں سنا رہے ہیں۔

مسٹر ولیم ناصر نے کہا میں ان چار احمدی مخلصین کو جو غالباً جماعت احمدیہ ہندوستان کو کلم علاقہ مالابار سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے جذبۂ اخلاص و قربانی اور تبلیغ کی دھن کو کبھی نہیں بھول سکتا بلکہ اس چیز نے میری طبیعت پر بڑا اثر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سلسلہ کے اخبارات الفضل اور بدر اس کو خاص طور پر ذکر کریں کیونکہ ان دوستوں کا نمونہ باقی جماعت کے دوستوں کیلئے بڑا ہی قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

جرمن نو مسلم احمدی مسٹر ولیم ناصر نکولسکی قادیان میں

(بقیہ صفحہ اوّل)

روانہ ہوتے وقت آپ نے پادریوں کی دعاؤں سے رخصت ہوتے۔ آپ نے کہا یہی وجہ تھی کہ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو جرمنی کے بہت سے لوگ مذہب میں اپنا اعتقاد کھو بیٹھے اور بہت سے لوگ آزاد خیالی بن گئے۔ چنانچہ ہٹلر نے جو پارٹی بنائی اس میں بھی یہ آزاد خیال لوگ نسبتاً زیادہ شامل ہوئے۔ اس طرح جرمنی میں عیسائی مذہب نے اپنی اہمیت کھو دی۔ انہیں حالات میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے میں بھی بھرتی ہو گیا۔ اور مختلف مقامات پر محاذ جنگ پر ملکی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ حتیٰ کہ مصر میں قیدی بنا لیا گیا۔ جہاں لڑائی ختم ہونے تک رہا۔ ہمارے ساتھ ہمارے پادری بھی تھے۔ چونکہ میں کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے وہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی کیمپوں میں جانا اور وہاں کے جرمنی مسیحی قیدیوں سے میل ملاپ کرنا اپنے معتقدات کے خلاف سمجھتے تھے پھر یہی پادری سگریٹ وغیرہ سمگل کر کے کیمپوں میں لاتے۔ کچھ عرصہ بعد اسی جگہ مصر میں ہمیں کچھ پابندیوں کے ساتھ قریبی مقامات میں گھومنے کی اجازت بھی مل گئی۔ میں بھی باہر جاتا اور مصری کسانوں اور عام پیشہ لوگوں سے ملتا۔ ان میں سے بعض کے ساتھ میرے اچھے دوستانہ مراسم ہو گئے۔ میں اُن کو مساجد میں جا کر نمازیں پڑھتا دیکھتا۔ کبھی کبھی وہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے۔ میں نے وہاں اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ مسلمانوں میں کسی طرح کی تفریق نہیں اور ہر طبقہ اور خیال کے لوگ ایک ہی مسجد میں اپنی عبادت کرتے کسی کو کچھ روک نہ تھی۔ مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ میں نے اپنے واقفکار مصری مسلمان دوستوں سے عیسائیت کے متعلق اپنے تاثر کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے مجھے مسجد میں جا کر دعا کرنے کی تحریک کی۔ جس پر میں اُن کے ساتھ مسجد میں گیا اور اپنے طریق پر وہاں دعا کی۔ وہاں دعا کرنے سے میرا ذہنی بوجھ قدرے ہلکا ہوا۔ میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ مجھے کسی مسلمان نے بھی ایسا کرتے وقت ذرا بھی نہ روکا اور منع کیا۔ اس کے بعد میں ہر روز مسجد میں جاتا رہا۔ اور اسلام کے متعلق میری دلچسپی روز بروز بڑھتی

رہی حتیٰ کہ جلد بعد ہی ہمیں قید سے رہائی حاصل ہو گئی۔ اور میں واپس اپنے وطن چلا گیا۔ جہاں مختلف کام کاج کر کے اپنی گذر اوقات کرتا رہا۔ مجھے اسلام سے ایک گونہ اُنس ہو چکا تھا۔ میں اس کی زیادہ سٹڈی کرنا چاہتا تھا میں نے وہاں کی نائیٹ کلاسسز میں عربی وغیرہ پڑھنے کی کوشش کی مگر زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ جب بھی میں اپنے کسی جرمن دوست سے مسلمان ہو جانے کے خیال کا اظہار کرتا تو وہ مجھے اس جگہ کے مسلم باشندوں کی بے عملی کی طرف اشارہ کر کے کہتا کہ کیا تم ان جیسا ہی بن جانا پسند کرتے ہو؟

مسٹر ولیم نے بتایا کہ جرمنی میں ایک خاصی تعداد میں مسلمان موجود ہیں جو گو باہر کے ملکوں سے آئے ہوئے ہیں مگر اب جرمنی کے باشندے بن چکے ہیں۔ مگر دین اسلام کی اصل تعلیم سے قطعی ناواقف اور اسلامی اخلاق و اطوار سے صدر درجہ بیگانہ ہیں۔ یہ لوگ سینما گھروں۔ ہوٹلوں اور دیگر لہو و لعب کی جگہوں پر تو ملیں گے لیکن مسجد میں دو چار کے سوا کوئی نظر نہیں آئے گا۔ آخر ایک دوست نے مجھے چوہدری عبداللطیف صاحب جو جرمنی میں احمدی مبلغ ہیں کا پتہ دیا میں ان سے ملا۔ اُنہوں نے مجھے اسلام و احمدیت کے متعلق بہت سی صحیح معلومات بہم پہنچائیں اور اپنے اعلیٰ نمونہ سے مجھے اسلام کا گرویدہ بنا لیا۔ اور مسجد ہمبرگ کے افتتاح سے قبل میں مسلمان ہو چکا تھا۔

جرمن احمدی بھائی نے بتایا کہ جرمنی میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا مستقبل بڑا روشن ہے۔ جرمن قوم میں اسلام کی تبلیغ کا بڑا اچھا میدان ہے۔ وہاں مخالفت نام کو بھی نہیں۔ کسی کے مذہبی خیالات سے تعلق تعرض نہیں کیا جاتا۔ لوگ عیسائیت سے غیر مطمئن ہو چکے ہیں اور مادیت کا بھی اچھا تجربہ کر چکے ہیں۔ اگر اسلام کے جانباز باعمل مخلص مبلغین ہمت کر کے وہاں پہنچ جائیں (جیسا کہ احمدیہ جماعت خدا کے فضل سے ایسا ہی کر رہی ہے) تو جرمن قوم کا جلد حلقہ بگوش اسلام ہو جانا چنداں ناممکن نہیں۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر ولیم نے کہا اس جگہ اسلام کے پھیلاؤ اور اُس کی وسعت میں سب سے بڑی روک یہاں کے بسنے والے نام کے مسلمان ہیں جن کی بے عملی اسلام کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لئے بسا اوقات بڑے ابتلاء کا موجب بن جاتی ہے۔ اور اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرف دعوت دینے والوں کے کام کو پہلے سے کہیں زیادہ مشکل بنا دیتی ہے۔

اسی موقعہ پر حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے بڑے جذبہ سے کہا کہ میرے دوستو! آپ میں سے جو دوست اس ملک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے جائے اس کا اولین فرض ہے کہ وہ وہاں اسلام کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔ پہلے خود اسلام پر دل و جان سے عمل پیرا ہو اور پھر وہ دوسروں کو اسلام کی دعوت دے۔ یہی وہ نسخہ ہے جس سے نہ صرف آپ جرمن قوم کے دل فتح کر لیں گے بلکہ ساری دنیا اسلام کی گرویدہ بن جائے گی۔

اپنی دلچسپ تقریر میں آپ نے بھارت میں اپنی سیاحت کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ عرصہ تین ماہ سے میں بھارت و پاکستان کے مختلف مقامات کی سیاحت کر رہا ہوں اس عرصہ میں مجھے بہت سے تجربات ہوئے ہیں۔ ان میں سے جس نے زیادہ جس چیز نے مجھ پر اثر کیا ہے وہ جنوبی ہند کے علاقہ مالابار کے ایک دور دراز واقع چھوٹی سی دیہاتی جماعت کے چار احمدیوں کی تبلیغ احمدیت سے بے پناہ محبت تھی۔

اسبات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ جب میں جناب مولوی عبداللہ صاحب فاضل انچارج مبلغ مالابار کی معیت میں اس علاقہ کی سیاحت کر رہا تھا تو مجھے مکرم مولوی صاحب نے کافی دور واقع ایک دیہاتی جماعت میں جا کر لیکچر دینے اور سلائیڈز دکھانے کیلئے کہا۔ میں نے وہاں کی احمدی جماعت کی تعداد دریافت کی۔ آپ نے بتایا کہ اس جگہ صرف چار احمدی ہیں۔ اس قدر قلیل تعداد سن کر میں وہاں جانے سے متامل ہوا۔ مگر مکرم مولوی صاحب کے اصرار پر کہ ان دور دراز کے احمدیوں کی بھی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ میں وہاں گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ احمدیت کے ان ہی چار فدائیوں نے میرے لیکچر سننے کے لئے ایسا انتظام کیا ہے کہ گاؤں کی قریباً ساری آبادی جو کئی سو افراد پر مشتمل تھی اس کے لئے آ گئی!! اور بڑے سکون و اطمینان کیساتھ سب نے میرا لیکچر سنا اور آخر میں بڑا کہا۔ حقیقت میں ہم پر تو آج یہ بات واضح ہوئی ہے کہ فی الواقع احمدی جماعت اسلام کی حقیقی خدمت کر رہی ہے اور کہنا صرف یہ کہ

ہم یہ بات کہتا اگر ہم لوگوں میں ایسے مخلصین پیدا ہو جائیں تو سعید روحوں کے اسلام کی طرف جوق در جوق بڑھنے آنے کا نقشہ ہم خود مشاہدہ کریں ... ایکے بعد آپ نے سلائیڈز دکھائیں جن میں سلسلہ کے اہم شعبہ جات کے فوٹوں کے علاوہ ربوہ کے جلسہ سالانہ کے مناظر بھی تھے۔ اسی طرح جرمنی میں احمدیہ مساجد اور وہاں کے احباب کے فوٹو بھی پردہ پر دکھائے۔ نیز آپ نے اپنے وطن اور خاص طور پر اپنے رہائشی شہر ہمبرگ کی بعض عمارات کے فوٹو بھی دکھلائے۔ ان میں بعض ایسی منفرد عمارتوں کے مناظر ہیں ...

علاقہ جموں و پونچھ کا تبلیغی و تربیتی دورہ

(۴)

(از مکرم حکیم محمد سعید صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ [illegible])

روانگی از چارکوٹ حسب پروگرام ۲۷ر جون کی صبح کو مکرم مولٰینا اینتی صاحب اور خاکسار بذریعہ بس چارکوٹ سے راجوری کے لئے روانہ ہوئے۔ طالب حسین صاحب پٹواری بھی جلسہ کے انتظام کے لئے ساتھ ہو لئے۔ راجوری کے بعض ہندو سکھ اور مسلم احباب نے خواہش کی کہ راجوری میں بھی ایک جلسہ کیا جائے۔ اور ہمیں امن عالم اور ہندو مسلم اتحاد کے بارہ میں اسلامی تعلیم اور جماعت احمدیہ کے نقطۂ نگاہ سے واقف کروایا جائے۔ چنانچہ ان کی شدید خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے ۲۹ر جون کو راجوری میں جلسہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے متعلق تھانہ راجوری میں تحریری طور پر اطلاع بھی دے دی۔

جلسہ بڈہانوں اس کے بعد ہم بڈہانوں کے لئے جو راجوری سے قریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے پیدل روانہ ہوئے۔ ظہر و عصر کی نمازیں راستہ میں التال نامی ایک احمدی گاؤں میں ادا کی گئیں اور آٹھ بجے شب بڈہانوں پہونچ گئے۔

حسب پروگرام ۲۸ر جون کو بڈہانوں میں جلسہ منعقد ہونے کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ مقامی جماعت کی طرف سے اردگرد کی بستیوں کے معززین کو اس جلسہ میں شمولیت کے لئے دعوت نامے بھی بھجوائے گئے تھے۔ چنانچہ ساڑھے گیارہ بجے جلسے کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو خاکسار نے کی۔ اس کے بعد مکرم سید منظور احمد صاحب معلم نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر ۴۵ منٹ تقریر کی۔ ان کے بعد خاکسار نے قریباً آدھ گھنٹہ اسلامی اخلاق کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کے پاکیزہ نمونہ کو پیش کرتے ہوئے احباب کو تلقین کی کہ وہ ان اسلامی اخلاق کو اپنائیں۔ بعد از ان مکرم مولٰینا اینتی صاحب کی تقریر شروع ہوئی، آپ نے اپنی تقریر میں جو قریباً ۲ گھنٹے جاری رہی۔ صداقت احمدیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور آخر میں غیر احمدی احباب کو اس امر کی طرف [illegible]

[illegible] کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب سے دعائیں کریں کہ وہ ان پر مامور ربانی کی صداقت کو منکشف فرمائے۔ تاکہ وہ اس امام مہدی کی بیعت سے محروم نہ رہیں جس کے لئے خود رسول کریم صلعم نے اپنا سلام بھجوایا ہے۔ اور اس طرح اس کی جماعت میں شامل ہو کر خدمت دین اور اشاعت اسلام کی سعادت حاصل کریں۔ اس کے بعد ایک مقامی تنازعہ کا تصفیہ کرایا۔

التوائے جلسہ راجوری ۲۹ر جون کی صبح کو بڈہانوں سے واپس راجوری کیلئے روانہ ہوئے۔ راجوری میں جلسے کے انعقاد کا وقت گیارہ بجے مقرر کیا گیا تھا۔ چارکوٹ، کالابن، بڈہانوں اور تہال کے دوست بھی اس جلسہ میں شمولیت کے لئے اطلاع ملتے ہی پہونچ گئے تھے راجوری پہونچ کر معلوم ہوا کہ پولیس نے ہمارے جلسہ کے انعقاد کو روک دیا ہے۔ چنانچہ اس کی تحقیق کے لئے خاکسار اور مولٰینا اینتی صاحب تھانہ راجوری کے انسپکٹر صاحب سے ملے۔ انہوں نے بتایا کہ راجوری کے گیارہ مسلمانوں نے یہ درخواست دی ہے کہ احمدیوں کا جلسہ نہ ہونے دیا جائے۔ اس سے اشتعال پیدا ہوگا۔ اس پر ہم نے انہیں کہا کہ ابھی تو جلسہ ہوا ہی نہیں۔ ہماری تقریر ہی کسی نے نہیں سنی ان بھائیوں کو کس طرح معلوم ہوا کہ ہماری تقاریر سے اشتعال پیدا ہوگا جبکہ تقریر کا عنوان ہی اسلام اور امن عالم ہے۔ نیز کسی کی غیر معقول درخواست کی وجہ سے ہمیں قانونی طور پر جو آزادئ تقریر کا حق ملتا ہے اس سے کس طرح محروم رکھا جا سکتا ہے انسپکٹر صاحب پولیس ہماری باتوں سے مطمئن ہو گئے اور کہا کہ مجھے آپ کے جلسہ کے انعقاد پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن میں حالات کے پیش نظر یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ فریقین کی درخواستیں مجسٹریٹ صاحب کے پاس بھجوا دوں۔ آپ ان سے مل لیں چنانچہ انہوں نے ایک سب انسپکٹر صاحب کے ذریعہ یہ درخواستیں مجسٹریٹ صاحب کے پاس بھجوا دیں ہم بھی مجسٹریٹ صاحب کی عدالت میں پہونچ گئے۔

اسی میں غیر احمدی مسلمانوں کا ایک گروہ بھی احاطۂ کچہری میں جمع ہو گیا۔ مولٰینا اینتی صاحب مجسٹریٹ صاحب کے پاس گئے اور جماعت احمدیہ کے پُرامن مسلک اور امن کے قیام کے لئے مساعی کو پیش کر کے ان سے عرض کی کہ ہمیں جلسہ منعقد کرنے اور تقریر کرنے کا حق دلایا جائے۔ اور مجسٹریٹ صاحب کے استفسار پر بتایا گیا کہ ہماری تقریر کا عنوان اسلام اور امن عالم ہوگا اور اس تقریر سے کسی کو اشتعال آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہم ہر قسم کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ کہ ہماری طرف سے کسی مذہب کوئی نکتہ چینی نہ ہوگی اور نہ ہی کسی کی دل آزاری۔ چنانچہ مجسٹریٹ صاحب نے دوسرے فریق کو بلا کر کہا کہ جب یہ لوگ ہر طرح کا یقین دلاتے ہیں آپ لوگوں کو ان کے جلسہ کے خلاف کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اور سب انسپکٹر صاحب کو مجسٹریٹ صاحب نے حکم دیا کہ ہمارے مخالف مسلمانوں کو تھانہ میں جا کر سمجھایا جائے کہ وہ جلسہ میں کوئی روک پیدا نہ کریں۔ تب ہم پھر تھانہ میں آئے۔ ان ناسمجھ مسلمانوں نے اپنی وہی ضد لگا تار رکھی۔ اور بغیر کسی معقول دلیل کے یہی کہتے رہے کہ ہم ان کا جلسہ نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ پہلے بھی کبھی نہیں ہونے دیا۔ اور ایسی باتیں شروع کیں جو ان کی فسادی نیت کی غمازی کر رہی تھیں انسپکٹر صاحب نے پھر مجبور ہو کر یہ معاملہ مجسٹریٹ صاحب کے پاس ہی واپس کیا کہ وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں مجسٹریٹ صاحب نے پھر ان لوگوں کو سمجھایا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، اور اس دوران میں بعض مفتن لوگ شہر کی فضا کو خراب کرنے لگے۔ بالآخر مجسٹریٹ صاحب نے مولٰینا اینتی صاحب کو کہا کہ شہر کی صورت حالات اب اچھی نہیں۔ اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس جلسہ کا انعقاد ملتوی کر دیں تب مولٰینا صاحب نے ان سے عرض کیا کہ آپ قانونی طور پر پہلے ہمارا حق ہم کو دیں اور ان لوگوں کی درخواست کو مسترد کریں جو جلسے کے انعقاد میں روک ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہمارے یہ مسلمان بھائی اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ہندو اور سکھ اور دیگر غیر مسلم بھائیوں کو اسلام کی تعلیم سننے سے محروم رکھنا چاہتے

ہیں۔ اور اسلام کے نام پر بد امنی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہم اسلام کے مبارک نام اور امن کے قیام کی خاطر اپنے جلسے کو ملتوی کر دیں گے۔ چنانچہ مجسٹریٹ صاحب نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا کہ انہوں نے پولیس کورٹ انسپکٹر اور نمائندگان غیر احمدی احباب کے سامنے فیصلہ فرمایا کہ میں ان احمدیوں کو یہاں جلسہ منعقد کرنے اور تقریر کرنے کا قانونی حق دیتا ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ آپ لوگوں کو کوئی گڑبڑ نہیں کرنی چاہیئے جب ہم لوگوں کو آزادئ تقریر کا حق مل گیا تو مولٰینا اینتی صاحب عدالت سے باہر آ کر سب دوستوں کو جو احاطۂ کچہری میں موجود تھے جمع کر کے اس فیصلے سے مطلع کیا۔ اور نیز اعلان کیا کہ حالات کے پیش نظر ہم اس جلسے کے انعقاد کو ملتوی کرتے ہیں۔ ہم جناب مجسٹریٹ صاحب راجوری اور ان ڈکیتی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے سخت مخالفت کے باوجود بھی ہمارا قانونی حق ہم کو دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو عقل سمجھ دے کہ وہ اپنی کوتاہ اندیشی اور تنگ نظری سے اسلام کی پُرامن تعلیم کی بدنامی کا باعث نہ ہوں۔ ہم راجوری کے ایک ہندو وکیل صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے عدالت میں ہماری آزادئ تقریر کی حمایت کی۔ اگرچہ راجوری میں جلسہ نہ ہو سکا۔ لیکن اس دوران میں تبلیغ کا ایک اچھا موقعہ پیدا ہو گیا۔ ہندو سکھ بھائیوں کے علاوہ سنجیدہ مسلمان بھی یہ امر حیرت سے محسوس کر رہے تھے کہ آخر احمدیوں کا جلسہ کیوں منعقد نہیں ہونے دیا جاتا۔

روانگی برائے جموں راجوری کا جلسہ ملتوی ہونے کے بعد بذریعہ بس جموں کے لئے روانہ ہوئے۔ اور رات کو جموں پہونچ گئے۔ دوران قیام جموں میں مختلف مسلم اور غیر مسلم دوستوں کو تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ اور مکرم جناب محمد ایوب خان صاحب، ڈپٹی سپیکر لیجسلیٹو اسمبلی کشمیر سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے خواہش کی کہ جموں میں بھی مولٰینا اینتی صاحب کی تقریر کا انتظام کیا جائے۔ چونکہ ۳ر جولائی کو بھدرواہ جانے کا پروگرام تھا اس لئے ان سے عرض کیا گیا کہ انشاء اللہ بھدرواہ سے واپس آ کر اس تقریر کا انتظام کیا جائے گا۔

روانگی برائے بھدرواہ حسب پروگرام ۳ر جولائی کی صبح کو بھدرواہ کے لئے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ جو جموں سے ۱۳۸ میل کے فاصلہ پر ہے ہمارے ہمراہ مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر صوبہ جموں اور مکرم عبدالغنی صاحب میر سیکرٹری تبلیغ کٹھوعہ [illegible]

بھی تھے۔ ہم سب چھ بجے شام بخیریت بھدرواہ پہونچ گئے۔ اور ہمارے قیام کا انتظام محمد لطیف صاحب فارسٹر کے مکان پر کیا گیا۔

بھدرواہ میں جلسے اور غیر مبائعین کے ایک نمائندہ سے فیصلہ کن گفتگو

بھدرواہ میں پہونچ کر جماعت کو بہت مستعد پایا۔ دوسرے روز مسجد احمدیہ میں رات کے وقت ایک مقامی تبلیغی اجلاس ہوا جس میں شہر کے معززین اور غیر مبائع دوست بھی مدعو تھے۔ تلاوت کے بعد چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب غیر مبائع دوست کی تقریر ہوئی جس میں انہوں نے اسلامی اخلاق کی وضاحت فرمائی۔ اور مشرق علامہ اقبال کا مشورہ امت مرحومہ کے لئے پڑھ کر سنایا کہ سیرت اسلامی کا مکمل نمونہ جماعت قادیان کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ اس کے بعد ایک احمدی مخلص کی تقریر مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں پر ہوئی۔ جس میں انہوں نے اکناف عالم میں احمدیت کی وسعت بیان کی۔ اور اس میں ظاہر فرمایا کہ یہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ کی ہی شان ہے جس نے باوجود وسائل کی تنگی اور حالات کی خرابی کے وہ کام کر دکھایا جو کروڑوں مسلمان نہ کر سکے۔ دنیا کی موجودہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ڈھائی اسلامی تعلیم غیر ممالک میں مساجد کی تعمیر کرنا اور جلوس مبلغین کا ہر زبان میں تیار کر کے تمام دنیا میں بھیجنا اور کامیاب رہنا یہ خصوصیات ہیں اس پاک جماعت کی جو کسی دوسری جماعت یا فرقے میں نہیں ملیں گی

اس کے بعد مکرم مولینا ایمنی صاحب نے تقریر فرمائی۔ جس میں مسلمانوں کی موجودہ وقت کی ابتری اور مشکلات کا حل پیش فرمایا۔ مولانا نے اپنی مبسوط تقریر میں جو سوا گھنٹہ تک جاری رہی بیان کیا کہ مسلمان اپنی موجودہ مشکلات کے خود ذمہ دار ہیں جو کام کرنے کو تو تیار نہیں ہوتے۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ دنیا کے تاج و تخت اُن کے قدموں میں کیوں نہیں آگرتے۔ مسلمان ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا نہیں چاہتے جو انہیں دیگر ابتلوں سے چھٹکارا دے سکتی ہیں۔ آج مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی بنا کر ان تمام امراض کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مگر آج کا مسلمان بھائی کہتا ہے کہ ہم نہ مانیں گے۔ کیونکہ خدا نے ہماری منشاء و پروگرام کے مطابق نہیں بھیجا۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

مورخہ ۴ر جولائی کو مکرم محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول بھدرواہ سے مسئلہ نبوت پر سیر کن گفتگو ہوئی۔ مولینا صاحب نے مکرم محمد شفیع صاحب کے تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دیا۔ مکرم غلام نبی صاحب گوئی وکیل بھدرواہ بھی تشریف لائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایمان کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ اور روحانی حالت پر مولوی صاحب سے بکلی اطمینان فرمایا۔

بھدرواہ میں چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب غیر مبائع دوست ہیں ان کی خواہش پر نبوت مسیح موعود علیہ السلام پر مسلسل تین گھنٹے گفتگو ہوئی۔ مکرم ایمنی صاحب کے اور چوہدری صاحب کے درمیان مکرم خواجہ غلام نبی صاحب گوئی وکیل بھدرواہ نے ثالثی کے فرائض ادا فرمائے۔ وکیل صاحب چوہدری صاحب کے دیرینہ دوست تھے۔ تمام بحث سنکر فرمایا۔ چوہدری صاحب میں چاہتا تھا کہ آج اپنی پرانی دوستی کا حق ادا کروں مگر افسوس سے کہنا پڑا کہ آج میں آپ کی مدد اس معاملہ میں نہیں کر سکتا اور آج افسوس سے یہ بھی کہتا ہوں کہ جس شخص کو آپ مجدد وقت ثابت فرماتے ہیں تو دوسری طرف سے اپنی بزرگوں پر تبرا بھی آپ خود رکھتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی عزت کو خود گراتے ہیں۔ اس کے سوا میں کیا کہوں میں وکیل ہوں اور ہر دو فریق سے کوئی جماعتی تعلق نہیں مگر آج حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے عیاں ہے کہ ان کے لائے ہوئے مشن پر صحیح رنگ میں جماعت قادیان چلتی ہے اور وہی ان کے صحیح مسلک پر قائم ہے۔

بھدرواہ کے بازار سری میں جماعت کا بھاری جلسہ

احباب جماعت اور عہدہ داران نے پہلے ہی سے جلسہ کا عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔ اشتہارات لگائے۔ اور مورخہ ۵ر جولائی ۵ بجے ہمارا جلسہ بازار میں شروع ہوا۔ مکرم خواجہ غلام حیدر صاحب نے لاؤڈ سپیکر کے تمام انتظامات اپنے ذمہ لے رکھے تھے جو نہایت خوش اسلوبی سے ادا فرمائے جزاھم اللہ۔ صدارت مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر نے فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم کے ساتھ جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ مکرم مسٹر عبد الکریم صاحب نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ اس کے بعد ایک مخلص احمدی نے "اسلام دنیا کے کناروں تک" کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ بعدہٗ خاکسار نے مسیح موعود علیہ السلام کا عشق آنحضرت صلعم کے ساتھ کے عنوان پر تقریر کی۔ جس میں یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کریم صلعم کے سچے عاشق تھے اس کے بعد مکرم مولینا ایمنی صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ مولینا صاحب نے موجودہ زمانہ کے حالات انسان کی مادی ترقی اور اس کے بدنتائج اور اس کے بداثرات جو لوگوں کی سیاسیات لوگوں کے علم و اخلاق پر پڑتے ہیں۔ اور موجودہ حیرت انگیز ایجادات بالخصوص سینما اور ریڈیو کے غلط استعمال سے لوگوں کی اخلاقی، مذہبی، روحانی حالت تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ جتنی ترقی ہوئی اتنی ہی لوگوں نے مذہب سے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی بانیان مذاہب کی عزت و سچائی سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ مذاہب کی جان ہستی باری تعالیٰ کو جواب دے دیا ہے۔ اور ہر طرف فسادہی فساد ہے اور بدامنی ہے۔ مولینا صاحب نے ہر قسم کی مثالیں دے کر عوام کے ذہن نشین کرایا کہ دنیا تباہی کے ایک خوفناک گڑھے کے کنارے کھڑی ہے۔ اگر اس کو بچنا ہے تو اسلام کے لائے ہوئے اصولوں کو اپنا کر۔ مولینا صاحب کی تقریر وسیع معلومات سے پُر تھی۔ مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ خدارا اپنے نبی معصوم کے مذہب پر اس کے حکم کے موافق چلیں اپنے سینے وسیع کریں۔ اپنا کردار بلند کریں۔ دلوں میں محبت پیدا کریں۔ ہندو مسلم اتحاد قائم کریں۔ کیونکہ مذہب اسلام دنیا کے مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہے۔ پھر ہندو بھائیوں کو مولینا صاحب نے ایک بشارت سنائی۔ کہ اگرچہ ہمارا مسلم بھائی آپ کے لئے برا نمونہ پیش کرتا تھا۔ مگر ہم اس کا ازالہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ ہم آپکو زندہ اسلام پیش کرتے ہیں۔ جو مسلمان کر سکتا ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان ہوگا۔ لہٰذا ہم اسلامی حکم کے پیش نظر حضرت کرشن و رام چندر جی کو خدا کے رسول مان چکے ہیں تو تم ہم محمد صلعم کو بھی مان کر ایک ہو جائیں اور بھائی بھائی بن کر گلے لگ جائیں۔

بھدرواہ میں جلسہ کا اچھا اثر ہوا۔ ہندو مسلم معززین تشریف لائے اور جلسہ کی کامیابی پر مبارکباد دی اور مطالبہ کیا کہ مولینا صاحب کو بار بار بھدرواہ آنا چاہئے۔ جناب پنڈت شام لال صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس و مکرم غلام نبی صاحب گوئی وکیل نے محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول وغیرہ جیسے معززین شہر نے اپنی گہری خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

(باقی)

درخواست دعا

تمام صحابہ کرام و درویش صاحبان اور بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ سے درخواست ہے کہ میرے بچے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ کریم میری ساری کی مراد پوری کرے اور خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے میرے سارے بیوی بچوں رشتہ داروں کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے یورپ اور افریقہ امریکہ کو ہدایت بخشے آمین۔ تابعدار محمد ابراہیم خلیل انسپکٹر وقف جدید ...

اب کسی قیامت کا خطرہ نہیں؟

(بقیہ صفحہ ۲)

"Death is day is doomsday."

حتیٰ کہ خود نفس انسانی میں ہر برے فعل کے بعد لازمی طور پر اندر ہی اندر ملامت کا مادہ پایا جاتا ہے یہ اندرونی احساس دلیل ہے اس بات کی کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ کسی بڑی ہستی کے سامنے ایک انسان کو اپنے اعمال و کردار کا جواب دینا ہے۔ اگر بڑے محاسبہ کا ڈر نہ تھا تو یہ نفس لوامہ کیسا جو سوائے اُن چند افراد کے جن کی ضمیر ہی گویا مردہ ہو چکی ہوتی ہے ہر بدی کے بعد اُسے اندر ہی اندر لعنت و ملامت کرتا رہتا ہے۔

پس اس صورت میں نہ تو ایک ملحد و بے دین کیلئے اپنے محاسبہ اعمال سے انکار کی گنجائش ہے اور نہ ہی ایک مذہبی آدمی کا بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ یہ کہہ دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب کسی قیامت کا خطرہ نہیں۔۔۔!! اور میرے آنے کیلئے لاکھوں برسوں کا بیان تو عامۃ الناس کو اُن بداعمالیوں میں بے باک بنانے میں کہیں زیادہ خطرناک ہے۔۔!!

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ جولائی میں ختم ہے

- ۱۲۰۵ مکرمی امین کے سلطان احمد صاحب جمشید پور بہار
- ۱۲۲۸ ” ڈاکٹر محمد حسین صاحب گنگا وتی میسور
- ۱۲۵۶ ” اے ایم علی محی الدین صاحب مدراس
- ۱۶۹۹ مکرمہ شمیم بیگم صاحبہ پٹنہ بہار
- ۱۵۴۸ مکرمی محمد بندہ علی صاحب چڑپلی دکن
- ۱۳۳۹ مکرمہ صفیۃ النساء بیگم صاحبہ اننت ناگ کشمیر
- ۱۹۲۵ مکرمی محمد عبد المجید صاحب دونگور دکن
- ۱۹۲۷ ” محمد اسحٰق صاحب متعلم بی۔اے حیدرآباد دکن
- ۱۵۹۵ ” محمد اعظم صاحب طالبعلم سنگال چڑھوور دکن
- ۱۸۷۱ ” اے۔ایس۔اے حفیظ صاحب تانکولم ...
- ۱۲۷۶ ” صدیق امیر علی صاحب موگرال مدراس
- ۱۴۷۶ ” ڈاکٹر شاہ خورشید احمد صاحب پامولا بہار
- ۱۷۱۷ ” شرافت احمد خاں صاحب ایڈوکیٹ کٹک
- ۱۹۸۴ ” غلام احمد صاحب جبید بھونیشور اڑیسہ
- ۱۹۸۶ ” تاریخ علی صاحب جمشید پور بہار
- ۱۹۹۹ ” محمد احمد صاحب ” ”
- ۱۹۵۳ ” شیخ منیر الدین صاحب کانجیا ”
- ۱۶۵۶ ” شیخ محمد ابراہیم صاحب موسیٰ بنی مائینز ”
- ۱۸۱۲ ” محمد احمد صاحب کانپور یوپی۔

(مینیجر)

اعلان نکاح

آج مورخہ ۴ر جون ۱۹۶۰ء کو بعد نماز جمعہ حکیم میر غلام محمد صاحب پراونشل امیر جماعت کشمیر کی دختر صاحبزادی بشریٰ بیگم صاحبہ کا نکاح خواجہ عبد السلام صاحب ٹاک ساکن یاڑی پورہ کیساتھ بعوض مبلغ چھ صد روپیہ حق مہر پر حکیم صاحب کے گھر پر پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار ماسٹر غلام نبی بی۔اے متعلم ساکن کنہ پورہ کولگام کشمیر

ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ احمدیت کے قیام کے اغراض کو پورا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اس مقدس اجتماع کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ایک خاص چندہ جاری ہے جس کا نام چندہ جلسہ سالانہ ہے۔ اس چندہ کی شرح ہر احمدی دوست کی سالانہ آمد کا $\frac{1}{120}$ حصہ یا ایک ماہ کی اوسط آمد کا $\frac{1}{10}$ حصہ بطور لازمی چندہ ہے۔ بعض دوست اس چندہ کی ادائیگی کو التوا میں ڈالتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ ہی تو جلسہ سالانہ سے قبل یہ چندہ موصول ہوتا ہے۔ اور نہ ہی مالی سال کے آخر تک اس چندہ کی سو فیصدی ادائیگی ممکن ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران شروع مالی سال سے ہی اس چندہ کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ دیں۔ تاکہ اس چندہ کی وصولی جلسہ سالانہ سے قبل ہو سکے۔ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"چندہ جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بر وقت خرید لیا جائے"۔

اگر احباب جماعت حضور کے مندرجہ بالا ارشادات کے مطابق شروع مالی سال میں چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرما دیں تو اس سے بر وقت اکٹھی اور سستی اجناس خرید لی جا سکتی ہے۔ اور اخراجات میں کفایت اور انتظام میں سہولت ہو سکتی ہے۔ چونکہ ابھی تک چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی کی رفتار ابتدائی دو ماہ بہت سست رہی ہے۔ لہٰذا جملہ احباب اور عہدیداران کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ دیگر لازمی چندہ جات کی وصولی کے ساتھ ساتھ چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی کی طرف بھی خاص توجہ فرمادیں تا جلسہ سالانہ سے قبل اس چندہ کی سو فیصدی وصولی ممکن ہو سکے۔

ناظر بیت المال قادیان

تحریک درویش فنڈ اور احباب جماعت کا فرض

موجودہ مالی سال میں چندوں میں اضافہ کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت تحریک چندہ درویش فنڈ کا از سر نو اجراء کرتے ہوئے جملہ سیکرٹریان مال جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کو درویش فنڈ کی سائیکلو سٹائل تحریک کے ہمراہ فارم وعدہ جات چندہ درویش فنڈ ارسال کئے جا چکے ہیں۔ لیکن تاحال بہت تھوڑی جماعتوں کی طرف سے وعدوں کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ اور اکثر سیکرٹریان مال کی طرف سے اس تحریک میں وعدوں کی اطلاع کا تاحال انتظار رہا ہے۔ ایسی جماعتوں کے سیکرٹریان مال کو چاہیئے کہ وہ جلد از جلد اپنی جماعت کے وعدوں کی فہرست ارسال کریں۔ نیز ابھی تک اس چندہ کی وصولی کی رفتار بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ لہٰذا تمام احباب جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر درویش فنڈ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

ناظر بیت المال قادیان

محترم شیخ محمد یعقوب صاحب درویش کی وفات

(بقیہ صفحہ اول)

اور وہیں وفات پائی۔ مرحوم چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے درویشی کا زمانہ بہت صبر و سکون سے گزارا۔ بہت کم گو، نیک اور پارسا انسان تھے۔ آپ موصی تھے۔ اور بفضلہ تعالیٰ ۱/۵ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی۔ اللّٰھم اغفر لہ وارفع درجاتہ

مرحوم نے ایک بیوہ۔ ایک بیٹی اور چار فرزند (محمد اسحٰق صاحب، محمد ایوب صاحب محمد داؤد صاحب اور عبد الرؤف صاحب) اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے والد محترم حاجی تاج محمود صاحب چنیوٹ میں رہائش پذیر ہیں اور بہت ضعیف العمر ہیں۔ اس موقعہ پر ادارہ بدر مرحوم کے جملہ لواحقین اور پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم شیخ صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں خاص مقام قرب سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ اور دین و دنیا میں ہر طرح ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

پروگرام دورہ تبلیغی و تربیتی جماعتہائے احمدیہ کشمیر

مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ علاقہ جموں و پونچھ کی جماعتوں کے تبلیغی و تربیتی دورہ سے فارغ ہو کر سرینگر پہونچ چکے ہیں اور اب وہ مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق صوبہ کشمیر کی جماعتوں کا دورہ کریں گے۔

روانگی از	رسیدگی	رسیدگی
۱۳-۷-۶۰ از سرینگر	۱۳-۷-۶۰ مانلو (شوپیان)	
۱۵-۷-۶۰ ″ مانلو	۱۵-۷-۶۰ رشی نگر	(جمعہ رشی نگر میں)
۱۷-۷-۶۰ ″ رشی نگر	۱۷-۷-۶۰ آسنور	
۱۹-۷-۶۰ ″ آسنور	۱۹-۷-۶۰ مانلو جن	
۲۰-۷-۶۰ ″ مانلو جن	۲۰-۷-۶۰ کنی پورہ شورت	(۲۲-۷-۶۰ جمعہ شورت میں)
۲۳-۷-۶۰ ″ کنی پورہ	۲۳-۷-۶۰ یارڈی پورہ	
۲۶-۷-۶۰ ″ بارڈی پورہ	۲۶-۷-۶۰ چک ایر چھ	
۲۷-۷-۶۰ ″ چک ایر چھ	۲۷-۷-۶۰ سندرہ براڑی	
۲۸-۷-۶۰ ″ سندرہ براڑی	۲۸-۷-۶۰ ہاری پاری گام	
۲۹-۷-۶۰ ″ ہاری پاری گام	۲۹-۷-۶۰ سرینگر	(جمعہ سرینگر میں)
۳۰-۷-۶۰ ″ سرینگر	۳۰-۷-۶۰ ہیچہ مرگ	
۱-۸-۶۰ ″ ہیچہ مرگ	۱-۸-۶۰ لولاب	
۳-۸-۶۰ ″ لولاب	۳-۸-۶۰ بانڈی پورہ	
۵-۸-۶۰ ″ بانڈی پورہ	۵-۸-۶۰ سرینگر	(جمعہ سرینگر)
۷-۸-۶۰ جلسہ سرینگر		
۸-۸-۶۰ ″ سرینگر	۸-۸-۶۰ بارہ مولہ	
۹-۸-۶۰ ″ بارہ مولہ	۹-۸-۶۰ سرینگر	
۱۰-۸-۶۰ ″ سرینگر	۱۰-۸-۶۰ جموں	

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ربوہ

بیرونی ممالک میں غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی غرض سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" جاری فرمایا تھا۔ جس میں دیگر مذاہب پر اسلامی تعلیم کی روشنی میں تبصرہ کرنے کے علاوہ اسلام کی حقانیت اور دیگر ادیان پر برتری ثابت کی جانی مقصود تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی کہ یہ رسالہ کثیر تعداد میں شائع ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ہم حضور کی اس اہم خواہش کو پورا نہیں کر سکے۔ پس میں احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی طرف توجہ فرمائیں اور اپنی تجاویز سے مطلع فرمائیں کہ

(۱) اس کا علمی معیار کیسے بلند کیا جا سکتا ہے

(۲) اس کی اشاعت کس طرح بڑھائی جا سکتی ہے

کثرت اشاعت کا ایک تو واضح طریق یہ ہے کہ سب احباب ایک تو خود اپنے نام رسالہ جاری کروائیں اور دوسرے غیر مذاہب کے نام بھجوانے کے لئے تجارتی اعانت فرمائیں۔ دس روپے سالانہ حضور علیہ السلام کی خواہش کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔ امید ہے احباب کرام خاص طور پر توجہ فرمائیں گے۔ مینجنگ ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ ربوہ

درخواستہائے دعا

(۱) مورخہ ۲۸ جون کو موٹر سائیکل کے حادثہ میں حضرت حیاء اللہ دین صاحب کے پوتے نیلسن .... صاحب کو سخت چوٹیں آئیں ان کے متعلق تازہ اطلاع مظہر ہے کہ اب وہ بہ صحت ہیں۔ عزیز موصوف کے والد مکرم سیٹھ یوسف اطہر صاحب الہ دین نے اطلاع دی ہے کہ اس حادثہ کے وقت کاروبار میں ان کے ایک پارٹنر مکرم یوسف صاحب (جو اسی موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھے تھے) بھی زخمی ہوئے۔ احباب ان کی صحت کاملہ اور شفائے عاجلہ کیلئے بھی دعا کریں۔ (ایڈیٹر)

(۲) میری بڑی بیٹی عزیزہ امۃ اللہ بیگم خورشید مدیرہ مصباح ان دنوں زیادہ بیمار ہیں شاید اپریشن کرانا پڑے احباب سے دردمندانہ درخواست ہے کہ اس کی شفا پا سکنے کے لئے دعا فرمائیں۔
خاکسار خادم ابو العطاء جالندھری از ربوہ

نواں کل ہند رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلم تحریری مقابلہ

(مخلص صدر اعلان ...)

حسب سابق امسال بھی مجلس تعمیر ملت کے تحت کل ہند رحمۃ للعلمین تحریری مقابلہ ہو رہا ہے۔ جس میں بلا امتیاز مذہب ملت کالج اور ہائی سکول کے زیر تعلیم طلباء و طالبات ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ مضامین اردو یا انگریزی میں لکھے جا سکتے ہیں۔ کالج گروپ کا مضمون زیادہ سے زیادہ ۵۰ صفحات اور ہائی سکول گروپ کا مضمون زیادہ سے زیادہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہو۔

مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھا جائے:۔

(کالج گروپ کے لئے) (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیثیت مرد کامل (۲) عقیدہ توحید اور تعمیر کردار (۳) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مرتبہ

(۴) ہندوستان میں اسلام کا مستقبل۔

(ہائی سکول گروپ کے لئے) (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم (۲) ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کی رواداری و انصاف (۳) خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کی خدمات (۴) تبلیغ اسلام میں خواتین کا حصہ

مضامین وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۰ راگست ہے۔ نتائج کا اعلان بذریعہ اخبار کیا جائے گا۔

کالج گروپ کے لئے فیس شرکت ایک روپیہ اور ہائی سکول گروپ کے لئے ۵۰ نئے پیسے۔

کالج گروپ کے مضمون نگار کی عمر ۲۵ سال اور ہائی سکول گروپ کے مضمون نگار کی عمر ۱۷ سال سے زائد نہ ہونی چاہیے مضمون کے ہمراہ کالج یا ہائی سکول کا صداقت نامہ منسلک کیا جائے جس میں عمر کی بھی صراحت ہو۔

انعامات: کالج گروپ۔ اول انعام ۱۰۰ روپیہ دوم ۶۰ روپیہ

ہائی سکول گروپ۔ اول انعام ۵۰ روپیہ دوم ۲۵ روپیہ

یہ انعام ۵ ردسمبر سنہ ۱۹۶۰ء کو حیدر آباد میں تقسیم ہوں گے۔ اور جو انعام یافتگان شریک جلسہ نہ ہو سکیں، انہیں بعد جلسہ انعامات روانہ کر دیئے جاویں گے۔

پتہ:۔ صدر دفتر کل ہند مجلس تعمیر ملت۔ پنجہ شاہ حیدر آباد دکن

محمد ظہیر الدین احمد معتمد تحریری مقابلہ
۱۵ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

خبریں

نئی دہلی ۱۷ رجولائی۔ مرکزی ملازموں کی کونسل آف ایکشن نے پارکگھنٹہ کی بحث کے بعد پانچ روزہ ہڑتال کو واپس لے لینے کا فیصلہ کل آدھی رات کے قریب کیا ہے۔ اور مرکزی وزراء کو اسی وقت اس فیصلہ سے اطلاع دے دی گئی۔ ایکشن کمیٹی کے اندازہ کے مطابق ہڑتال کے سلسلہ میں ۵ ہزار ملازم گرفتار کئے گئے ہیں۔ ایکشن کمیٹی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ہڑتالیوں کو جلد از جلد باعزت طور پر کام شروع کرنے کا موقعہ دے۔ ہڑتالی ملازموں کے خلاف مقدمے واپس لے لئے جائیں۔ سزائیں معاف کر دی جائیں گرفتار شدگان کو رہا کر دیا جائے۔ اور موقوفی اور معطلی وغیرہ کے احکام منسوخ کر دیئے جائیں۔

بمبئی ۱۷ رجولائی مرکزی ملازموں کی ہڑتال کے سلسلہ میں بمبئی میں جو تین سو مزدور لیڈر گرفتار کئے گئے تھے انہیں آج رہا کر دیا گیا ہے۔

شیلانگ ۱۸ رجولائی۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آج ڈگانگ کا دورہ ختم کر کے کل رات شیلانگ پہنچ گئے۔ آج صبح آپ نے آسام کی مختلف پارٹیوں کے لیڈروں سے لسانی فسادات کے متعلق بات چیت کی۔ کل گوہاٹی کے ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم نے اس بات پر زور دیا کہ زبان کا جھگڑا لاٹھیوں کے استعمال سے حل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس مقصد کے لئے خیر سگالی۔ اعتماد اور بھروسہ کا ماحول پیدا کیا جائے۔ مسٹر نہرو نے کہا کہ یہ بات قومی اتحاد اور ملک کی ترقی کے لئے بھی ضروری ہے آسام کو ملک میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اسے دو سرحدوں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سکون و اطمینان بحال کیا جائے۔ میں اس بات سے متفق ہوں کہ آسامی اس صوبہ کی سرکاری زبان ہونی چاہیئے۔ لیکن آپ یہ کام لاٹھیاں برسانے اور لوگوں کو بے گھر بنانے سے نہیں کر سکتے۔

نئی دہلی ۱۸ رجولائی۔ ملک کے مختلف حصوں سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ سنیچروار کی رات کو مرکزی ملازموں کی پانچ روزہ ہڑتال واپس لے لی جانے کے بعد آج سوموار سے تمام مرکزی دفاتر اور اداروں میں نارمل کام شروع ہو گیا ہے۔ کل چونکہ اتوار کی چھٹی تھی اس لئے اس فیصلہ کے بعد آج ہی پہلا کام کا دن تھا۔ اور آج ہی تمام دفاتر میں حاضری مکمل اور نارمل ہو گئی ہے۔

مرکزی ملازمین کی ہڑتال کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تعاون کی پیشکش

اور

سرکاری افسران کی طرف سے اظہار تشکر

مرکزی سرکاری ملازمین کی طرف سے جو ہڑتال کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے اپنی روایات اور مذہب امن تعلیم کے پیش نظر سرکاری افسران کی خدمت میں تعاون اور امداد کی پیشکش جناب ناظر صاحب امور عامہ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے کی گئی ہندوستان کی دوسری جماعتوں کو بھی امداد اور تعاون کی تحریک کی گئی تھی۔ اس تعلق میں جو چٹھیات سرکاری افسران کی طرف سے شکریہ کی موصول ہوئی ہیں۔ ان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱)

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب وزیر اعظم حکومت ہند تحریر فرماتے ہیں:۔

نمبر ۳(۱۶) ۶۰ - ایم - پی

مورخہ ۱۱ رجولائی سنہ ۱۹۶۰ء

مکرم بندہ

مجھے جناب وزیر اعظم صاحب کی طرف سے ہدایت دی گئی ہے کہ میں احمدیہ جماعت کے مرکزی ملازمین کی ہڑتال کے موقعہ پر تعاون کی پیشکش نیز آپ کی چٹھی $\frac{\text{۲۶۴/۰-۶۰-۱۹.۶}}{\text{۹-۷-۶۰}}$ پر آپ کا اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کروں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ایل۔بتانہ

پرائیویٹ سیکرٹری وزیر اعظم

بخدمت شری برکات احمد صاحب راجیکی

ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان

(۲)

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب جناب گورنر صاحب پنجاب تحریر فرماتے ہیں:۔

از طرف جے ماسٹے چوپڑہ بی کام۔ پی۔ ایس۔ ایس پرائیویٹ سیکرٹری جناب گورنر صاحب

مورخہ ۱۱ رجولائی سنہ ۱۹۶۰ء

پیارے برکات احمد راجیکی

آپکا خط بنام جناب گورنر صاحب مورخہ ۹ رجولائی موصول ہوا۔ جناب گورنر صاحب نے آپکے تعاونی خط بنام ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور پر اطمینان کا اظہار فرمایا ہے۔

پرائیویٹ سیکرٹری

بخدمت شری برکات احمد صاحب راجیکی

ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان

(۳)

از دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور

۱۰-۶-۵۰۷-۵-۵ مورخہ ۱۲ رجولائی سنہ ۱۹۶۰ء

میرے پیارے۔ شری برکات احمد صاحب راجیکی

میں آپ کا مرکزی ملازمین کی ہڑتال کے سلسلہ میں امداد اور تعاون کی پیشکش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں یقیناً آپ سے امداد کی درخواست کرونگا جب اور جس وقت مجھے اسکی ضرورت پیش آئیگی

آپ کا مخلص ... کے سی پانڈے ڈپٹی کمشنر گورداسپور

شری برکات احمد صاحب راجیکی

ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان

چندہ تحریک جدید اور احباب کا فرض

تحریک جدید کے مالی سال پر سات ماہ گذر چکے ہیں اور صرف ۵ ماہ باقی رہ گئے ہیں لیکن ابھی تک بہت سے احباب اور جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے چندہ تحریک جدید سو فیصدی وصول نہیں ہوا جس کے لئے بذریعہ اخبار بدر اور تحریکات توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

تحریک جدید کے ذریعہ سے جو عظیم الشان کام جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے اور جو اسکے نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق لئن شکرتم لازیدنکم کہ اگر تم میری نعمتوں کی قدردانی کروگے تو میں اپنے مزید فضل نازل کروں گا ہمیں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے تھی اور کوشش کرنی چاہیئے تھی کہ سب سے پہلے تحریک جدید کا چندہ ادا کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید قربانیوں کی توفیق عطا فرماتا اور ہماری مشکلات کو دور کر دیتا لیکن احباب نے اس اہم فرض کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ لہذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے دفتر ھذا نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ جماعتیں اپنی اپنی جگہ ۱۴؍ستمبر ۱۹۶۰ء تا ۲۱؍ستمبر ۱۹۶۰ء ہفتہ تحریک جدید منائیں۔ اور تحریک جدید کے جلسے کئے جائیں جن میں اس کی اہمیت احباب پر واضح کی جائے۔ اور چندہ کی ادائیگی کی جائے کہ اس ہفتہ میں تمام احباب کے وعدہ جات سو فیصدی وصول ہو جائیں۔ اور کوئی رقم کسی کے ذمہ بقایا نہ رہ جائے۔

بہت سے احباب جنہوں نے ابھی تک اس سکیم کے ماتحت حصہ نہیں لیا ان کو بھی شامل ہونے کی تحریک فرمائیں۔

لہذا جملہ مبلغین، صدر صاحبان اور عہدیداران مال کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس ہفتہ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور اپنی مساعی اور اس کے نتائج سے دفتر ہذا کو مطلع فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور بہتر رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

٭٭ یعنی اگر ایک سو روپیہ کی فصل ہو۔ تو اس میں سے آٹھ آنہ دے دیں۔ گندم۔ کپاس توریہ۔ کماد وغیرہ ہر فصل پر سوائے چارہ کے اس شرح کے مطابق رقم دی جائے۔

امید ہے کہ احباب اس اہم قومی فرض اور ضرورت کی طرف خاص طور پر توجہ فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مساجد کا قیام قومی ترقی کیلئے بہت ضروری ہے

مساجد کی تعمیر اور اس کی ضرورت قومی اجتماع کے لئے بہت بڑا ذریعہ ہے اس لئے ہر مقامی جماعت کا اندرون ہند ہو یا بیرون ہند غیر ممالک میں اپنی مسجد ہونی ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من بنیٰ للہ مسجداً بنی اللہ لہٗ بیتاً فی الجنۃ۔

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر مسجد تعمیر کرواتا ہے یا اس میں حصہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔

حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں مساجد کی تعمیر کی اہمیت واضح ہے۔

آجکل جبکہ تحریک جدید کے ذریعہ سے غیر ممالک میں جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ ادا کر رہی ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان ممالک میں مساجد کی تعمیر بھی کی جائے جسکے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مختلف ارشادات سے ذیل میں چند تقاریب کے مواقع بھی ہیں جن سے احباب کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔

۱۔ دوستوں کو خوشی کی مختلف تقاریب پر مثلاً نکاح پر۔ شادی پر۔ بیٹے کی پیدائش پر۔ امتحان پاس ہو جانے پر خانۂ خدا کی تعمیر کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور دیتے رہنا چاہیئے۔

۲۔ ملازمین تاجران وکلاء اور زمیندار احباب سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل مطالبات فرمائے ہیں:۔

(۱) ملازمین کو چاہیئے کہ جب وہ پہلی دفعہ ملازم ہوں۔ تو پہلی تنخواہ ملنے پر دسواں حصہ مسجد فنڈ کیلئے دیا کریں۔ اسی طرح ہر سال جو سالانہ ترقی ملے اس میں سے پہلے مہینہ کی ترقی مسجد فنڈ کیلئے دے دینی چاہیئے۔

(۲) تھوک فروش ہر ماہ کی پہلی تاریخ کا پہلا سودا خدا تعالیٰ کے نام پر کریں اور اس کا منافع مسجد فنڈ کے لئے دیدیں۔ خوردہ فروش تاجر ہفتے کے دن کا پہلا سودا کا منافع مسجد فنڈ میں دیدیں۔

(۳) پیشہ ور وکلاء۔ ڈاکٹر۔ کنٹریکٹر وغیرہ بجٹ کے سال کے پہلے مہینے یعنی ماہ مئی کی آمد کا پانچ فیصدی ادا کریں۔ اسی طرح اپنی سابق اوسط آمد کی تعیین کر کے اگلے سال جو زیادتی ہو اس زیادتی کا دسواں حصہ مسجد فنڈ میں ادا کریں۔ ۴۔ مستری لوہار۔ مزدور وغیرہ مہینہ کی پہلی تاریخ یا مہینہ کا کوئی دن مقرر کر کے اس دن جو مزدوری مل جائے اس کا دسواں حصہ مسجد فنڈ میں ادا کریں۔ ۵۔ زمیندار احباب ایک ایکڑ میں سے ایک کرم کے برابر فصل کی قیمت مسجد فنڈ کے لئے دیں۔ ٭٭

وکیل المال تحریک جدید قادیان